جِلد — 54
شمارہ نمبر — E-07
جولائی
2021

ماہنامہ

انجمن

کراچی

قومی گزٹ

ماہنامہ

انجمن

کراچی

قومی گزٹ

سرپرستِ اعلیٰ

محمود الٰہی فاروقی

نائب مدیر

محمد عارف

مدیر و ناظم

عبید الرحمٰن

ناشر

صبور احمد شمسی

معاون خاص: جناب اسلم صدیق سولیجہ

انچارج شعبہ اشتہارات: صبور احمد

نائب انچارج شعبہ اشتہارات: محمد نسیم شاہد

رابطہ دفتر:

انجمن پنجابی سوداگران تیسری منزل ابراہیم اسٹیٹ نزد ڈیوی فری شاپ مین شاہراہِ فیصل، کراچی

Land line: 021-34537374 Cell no. : 0321-2189113

Email: apsquamigazette@gmail.com

اس شمارے میں کیا کیا ہے؟

نمبر شمار	عنوان	حوالہ	صفحہ نمبر
۱	سورۃ الفجر کے مضامین	ڈاکٹر ظہور احمد دانش	۸
۲	روشن خیالات	ذرائع ابلاغ عامہ	۹
۳	لہجہ ہمارا تعارف	منہا عمران	۱۰
۴	نظم	اکمل نوید	۱۲
۵	غربت کا ہے شور	ذرائع ابلاغ عامہ	۱۳
۶	والدین کی رائے	ذرائع ابلاغ عامہ	۱۵
۷	رات کی رانی اور نازک آبگینے	ذرائع ابلاغ عامہ	۱۶
۸	غزل	عبید اعظم اعظمی	۱۸
۹	آم کھیے	ڈاکٹر ایس ایم معین قریشی	۱۹
۱۰	حضرت خدیجہ	محمد عامر یونس	۲۲
۱۱	ایک سبق ایک درس	ذرائع ابلاغ عامہ	۲۸
۱۲	نظم	اکمل نوید	۲۹
۱۳	دلچسپ اور عجیب	ثناء صادق	۳۰
۱۴	قرآن اور سائنس متصادم	سمیع اللہ ملک	۳۲
۱۵	پوری قوم پاگل ہے	ذرائع ابلاغ عامہ	۳۷
۱۶	شمشیر بے نیام	عنایت اللہ التمش	۳۹
۱۷	نانی اماں کے ٹوٹکے	انجم حسن	۴۱
۱۸	مجھے بکرا چاہیئے	صائم جمال	۴۳
۱۹	اہلِ قلم		۴۶
۲۰	فلسفہ قربانی اور اس کا پس منظر	مفتی محمد نعیم	۵۰
۲۱	ہنسی تو پھنسی	شکور پٹھان	۵۳
۲۲	طبِ نبوی ﷺ	ذرائع ابلاغ عامہ	۵۴

نمبر شمار	عنوان	حوالہ	صفحہ نمبر
۲۳	تھیلیسیمیا کا علاج	اے آر وائی نیوز	۵۶
۲۴	نظم	اکمل نوید	۵۸
۲۵	جمہوری نظامِ حکومت	سرفراز صدیقی	۵۹
۲۶	احتیاط لازم ہے	ڈاکٹر آصف محمود جاہ	۶۳
۲۷	دلچسپ باتیں	ذرائع ابلاغ عامہ	۶۶
۲۸	اذان کا احترام	محمد ابو بکر ساجد	۶۸
۲۹	غزل	جمیل سرور	۶۹
۳۰	خوشحال آدمی کیسے بنا جائے؟	ذرائع ابلاغ عامہ	۷۰
۳۱	پیاز کی باتیں	غزالہ احمد امام	۷۲
۳۲	جانوروں کے حقوق	مولانا رفیع الدین حنیف قاسمی	۷۷
۳۳	علم دریچے	ذرائع ابلاغ عامہ	۸۴
۳۴	دھاندلی کی آپ بیتی	سہیل وڑائچ	۸۶
۳۵	کھوٹے سکے	ذرائع ابلاغ عامہ	۸۹
۳۶	ہنسی گھر	ذرائع ابلاغ عامہ	۹۱
۳۷	بوجھو تو جانیں	ذرائع ابلاغ عامہ	۹۲
۳۸	گھریلو ٹوٹکے	ذرائع ابلاغ عامہ	۹۳
۳۹	کھانا خزانہ	ذرائع ابلاغ عامہ	۹۶
۴۰	بیت بازی	ذرائع ابلاغ عامہ	۹۸
۴۱	مسنون اذکار	ذرائع ابلاغ عامہ	۱۰۰

عہدیداران واراکین مجلس منتظمہ

۲۰۲۰

انجمن پنجابی سوداگران

اسمائے گرامی

۱	جناب محمود الٰہی فاروقی صاحب	صدر
۲	جناب منصور الٰہی شمسی صاحب	نائب صدر
۳	جناب صبور احمد شمسی صاحب	جنرل سیکریٹری
۴	جناب محمد اسماعیل بزاز صاحب	جوائنٹ سیکریٹری
۵	جناب محمد اسلم صدیق سولیجہ صاحب	خازن
۶	جناب عبدالمالک شیخ صاحب	نائب خازن
۷	جناب محمد سعود الٰہی صاحب	ناظم جائیداد سب کمیٹی
۸	جناب رئیس احمد صاحب	ناظم وصولی زکوۃ سب کمیٹی
۹	جناب فرقان احمد شمسی صاحب	ناظم تقسیم زکوۃ سب کمیٹی
۱۰	جناب عبید الرحمن صاحب	ناظم قومی گزٹ سب کمیٹی
۱۱	جناب محمد جمیل راجہ صاحب	ناظم تقریبات سب کمیٹی
۱۲	جناب سلمان جمیل چاؤلہ صاحب	ناظم ممبر سازی سب کمیٹی
۱۳	جناب فرحان اقبال صاحب	ممبر
۱۴	جناب شعیب شمسی صاحب	ممبر
۱۵	جناب محمد عارف صاحب	ممبر
۱۶	جناب کامران متین بٹلہ صاحب	ممبر
۱۷	جناب فیصل زاہد صاحب	ممبر
۱۸	جناب ذیشان منظور صاحب	ممبر
۱۹	جناب ارشد عالم صاحب	ممبر
۲۰	جناب خالد متین صاحب	ممبر
۲۱	جناب شاہد انور شمسی صاحب	ممبر

ماہنامہ قومی گزٹ کے خصوصی معاونین

☆جناب محمد صدیق سولیجہ صاحب (مرحوم)
☆جناب ارشد عالم شمسی صاحب
☆جناب ضیاء الرحمٰن شمسی صاحب
☆جناب شمیم صدیقی صاحب
☆ محترمہ آرزو دلیل صاحبہ
☆جناب عمران شمیم صاحب
☆جناب عادل نعمان صاحب
☆جناب ریاض احمد شمسی صاحب
☆جناب محمد وثیق شمسی صاحب
☆جناب انصار فرید الدین صاحب
☆جناب حاجی احمد ذیشان صاحب
☆جناب عبید الرحمٰن صاحب لاہور والے
☆جناب خالد متین صاحب
☆ڈاکٹر نظام الحق صاحب
☆جناب محمد نسیم شاہد صاحب
☆جناب محمد ظفر سولیجہ صاحب
☆جناب صبور احمد صاحب

☆جناب محمود الٰہی فاروقی صاحب
☆جناب بدر الدین الوجیہہ صاحب
☆جناب حارث اقبال صاحب
☆جناب آفتاب احمد کلکتہ والے
☆جناب محمد ہارون صاحب ڈیفنس والے
☆جناب جمیل راجہ صاحب
☆جناب فخر احمد شمسی صاحب
☆جناب فرقان احمد ڈھاکہ والے
☆جناب پرویز منظور صاحب
☆جناب جمیل اقبال صاحب
☆جناب شاہد اقبال صاحب
☆جناب امداد احمد سولیجہ صاحب
☆جناب اسلم کھتوریہ صاحب
☆جناب عقیل احمد شمسی صاحب
☆جناب شعیب شمسی صاحب
☆جناب محمد اسماعیل صاحب
☆جناب فرحان اقبال صاحب

ادبی اور سماجی خدمات کے اس جذبے پر ہم معطی خواتین و حضرات کو خراجِ تحسین پیش کرتے ہیں۔

زکوٰۃ کی ادائیگی کے وقت اپنی برادری اور عزیز و اقارب کا خاص خیال کریں

آگے بڑھیں اہتمام لیں۔۔۔ان کو اپنائیں اپنائیت کے ساتھ۔۔۔یہ اپنے ہی ہیں جو محروم رہ گئے

"کہہ دو کہ میرا پروردگار! اپنے بندوں میں سے جس کیلئے چاہتا ہے رزق کی فراوانی کر دیتا ہے اور جس کے لیے چاہتا ہے تنگی کر دیتا ہے اور تم جو چیز بھی خرچ کرتے ہو وہ اسکی جگہ اور چیز دے دیتا ہے۔ اور وہ سب سے بہتر رزق دینے والا ہے"

پ22، رکوع 11، آیت 39 سورۃ سبا

انجمن پنجابی سوداگران کا ادارہ 1957 سے برادری اور دیگر مستحقین کی حاجات پوری کرنے میں حسب استطاعت و حسب توفیق سرگرم عمل ہے

بے کس گھرانوں کی ماہانہ کفالت ہو یا مجبور گھروں کی بچیوں کی شادی، نادار مریضوں کا علاج معالجہ ہو یا

لاچار مریضوں کی غم خواری، بنیادی تعلیم ہو یا ہونہار طلبہ طالبات کی اعلیٰ تعلیم

غرض ہر شعبے میں ادارے کے اعزازی منتظمین اخلاص نیت اور خوف خدا کے ساتھ آپ کی امانتوں کی پاسداری کرتے ہوئے شفاف طریقے سے بذریعہ کراس چیک محروم خواتین و حضرات کو اکرام کے ساتھ اور ان کی عزت نفس کو ملحوظ رکھتے ہوئے امداد کا سلسلہ جاری رکھے ہوئے ہیں۔

ان مستحقین کی امداد ہمارا فرض ہے۔ زکوٰۃ ہمارے اور آپ کے اوپر فرض و قرض ہونے کے ناطے آپ ادارے کا دست و بازو بن کر شفاف طریقے سے ان کی ضروریات پوری کرنے کی مہم میں ہمارا ساتھ دیجئے۔

ادارے نے اب اپنے مشن کا ہدف عطیات کے ذریعے سفید پوش ضرورتمندوں کی حاجات خصوصاً تعلیمی ضروریات کو پورا کرنے کی جانب مرکوز کیا ہے تاکہ آج کے لینے والے ہاتھ کل دینے والے بن جائیں۔

زکوٰۃ و عطیات کی ترسیل کے لئے۔

اکاؤنٹ بنام

کل پاکستان انجمن پنجابی سوداگران

Acc. Title

Kul Pakistan Anjuman Punjabi Suadagran

فیصل بینک

اکاؤنٹ نمبر:	127-2004054-001	برائے زکوٰۃ
اکاؤنٹ نمبر:	127-2000458-001	برائے عطیات

میزان بینک

اکاؤنٹ نمبر:	0130-0100026365	برائے زکوٰۃ و عطیات

رابطہ:

کل پاکستان انجمن پنجابی سوداگران (رجسٹرڈ)

تھرڈ فلور، ایم اے ایم اسٹیٹ بلڈنگ مین شاہراہ فیصل نزد ویلی فری شاپ کراچی۔

فون نمبر: 021-34537374, 0331-2830729

سورہ الفجر کے مضامین

اللہ تبارک وتعالیٰ نے انسانوں کی ہدایت کیلئے دنیا میں انبیاء ورسل علیہم السلام مَبعوث فرمائے اور سب سے آخر میں نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو ہادی بنا کر بھیجا۔ جس طرح ہمارے سرکار صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم تمام انبیاء میں افضل ہیں یونہی آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم پر نازل ہونے والی کتاب قرآنِ مجید بھی تمام کُتُبِ سَماوِیہ میں افضل ہے۔ یہ کتاب بندوں کی ہدایت کا سرچشمہ ہے اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

هٰذَا بَيَانٌ لِّلنَّاسِ وَ هُدًى وَّمَوْعِظَـةٌ لِّلْمُتَّقِيْنَ

ترجمہ:

یہ لوگوں کے واسطے بیان ہے اور ڈرنے والوں کے لیے ہدایت اور نصیحت ہے۔

سورۃ الفجر کا تعارف:

سورۂ فجر مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے۔

رکوع اور آیات کی تعداد:

اس سورت میں 1 رکوع، 30 آیتیں ہیں۔

"فجر" نام رکھنے کی وجہ تسمیہ:

فجر کا معنی ہے صبح، اور اس سورت کی پہلی آیت میں فجر کی قسم ارشاد فرمائی گئی اس مناسبت سے اسے "سورۂ فجر" کہتے ہیں۔

آیئے جانتے ہیں سورۃ فجر میں آخر بیان کیا کیا گیا ہے۔

اس سورۂ مبارکہ کا مرکزی مضمون یہ ہے کہ اس میں پانچ عظمت والی اَشیاء کی قسم بیان کر کے کفار کو سمجھایا گیا ہے اور سمجھانے کے لئے گزشتہ اَقوام کا اپنی قوت وطاقت کے باوجود عذابِ الٰہی کا شکار ہونے کو بیان کیا گیا ہے۔ نیز اس سورت میں یہ مضامین بیان ہوئے ہیں

۱: غافلوں کی غفلت، ان کی فطرت اور کردار کا بیان ہے۔

۲: برائیوں کی جڑ یعنی مال کی محبت اور اس کے اثرات کا تذکرہ ہے۔

۳: پھر قیامت کی ہولناکیوں اور عذابِ الٰہی کی شدّت کا بیان ہے۔

۴: آخر میں مخلصین ومومنین کے انعام واکرام کا ذکر ہے۔

اے پیارے اللہ! ہمیں کلام مجید سے خوب خوب برکتیں سمیٹنے کی توفیق عطا فرما اور ہمیں اپنی زندگی میں اِسے نافذ کرنے کی توفیق عطا فرما۔ آمین

روشن خیالات

حضور ﷺ نے فرمایا

"لوگوں پر آسانی کرو سختی نہ کرو اور خوشی کی بات سناؤ نفرت نہ دلاؤ۔"

امام غزالی نے فرمایا

"محتاجوں سے مہنگا مال خریدنا احسان ہے اور صدقے سے بہتر ہے۔"

افریقی کہاوت

"معدہ دماغ سے لاکھ درجے بہتر ہے۔ خالی ہو تو کم از کم بتا دیتا ہے۔"

مرزا غالب

"بلبل کے کاروبار پہ ہیں خندہ ہائے گل
کہتے ہیں جس کو عشق خلل ہے دماغ کا

امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ

"والدین میں سے کسی کو یہ اختیار نہیں ہے کہ وہ بیٹے کو ایسی جگہ شادی پر مجبور کریں، جہاں وہ نہیں کرنا چاہتا اور اگر وہ انکار کر دیتا ہے تو اسے نافرمان نہیں کہا جائے گا۔"

واصف علی واصف

"ہم دوست کو چھوڑ دیتے ہیں، بحث کو نہیں چھوڑتے۔ ہم مباحثے جیتنے کی تمنا میں اپنے ساتھی ہار بیٹھتے ہیں۔"

مستنصر حسین تارڑ

"قصائی بڑی عید کا درزی ہوتا ہے اور درزی چھوٹی عید کا قصائی ہوتا ہے۔"

★

لہجہ ہمارا تعارف

جانتے ہو لہجہ کسے کہتے ہیں؟

ابو لہب اور عقبہ بن ابی معیط ہم دیوار تھے رسول کے ابو لہب کی تو جیسے روزی ہی اسی سے وابستہ تھی صبح ہوتے ہی گھر کا سارا گند دیوار پہ چڑھ رسول اللہ کے صحن میں ڈال آتا اور روز صبح رسول المبین مسکرا کے دروازے کی اوٹ سے نکل کر صرف اتنا کہتے

"چچا!! اے بنو عبد المناف!! تم ہی کہو یہ کیسی ہمسائیگی ہے؟"

جانتے ہو برداشت سے کہتے ہیں؟

محمد سجدے میں ہے عقبہ بن ابی معیط آتا ہے چادر اتارے گردن کے گرد ڈال کر کے اس زور سے کستا ہے کہ سجدے میں بلبلا اٹھے ابو بکر دوڑ کے آتے ہیں دھکا دے کے الگ کرتے ہیں۔ عقبہ پلٹا حضرت صدیق اکبر کی داڑھی اور سر کو اس زور سے گھسیٹا کے داڑھی کے اکثر بال نچ گئے اور اس نے ان کا سر پھاڑ دیا

جوابا منہ سے اتنا کہا

"اتقتلون رجلا ان یقول ربی اللہ"

کیا تم ایک ایسے شخص کو مار ڈالنا چاہتے ہو جو یہ کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے؟"

جانتے ہو ظرف کسے کہتے ہیں؟

خطبہ حجۃ الوداع

اونٹنی پہ کھڑے ہو کے کہنے لگے دور جاہلیت کے تمام جگڑے آج ملیامیٹ کرتا ہوں پہلا خون جو آج باطل کیا جاتا ہے وہ ربیعہ بن حارث، عبد المطلب کے بیٹے کا ہے۔

جانتے ہو بے بسی کسے کہتے ہیں؟

طائف کی گلی ہے محمد بدن دریدہ کہ جن کے لہو میں تربتر نم آلود سراسیمہ نظریں ہیں ٹکٹکی باندھ آسمان کو تکے جاتے ہیں داڑھی باراں میں ڈوب کے ڈوبی چلی جاتی ہے پہلو میں زید بن حارثہ کھڑے ہیں۔

جانتے ہو وہ کیا کہہ رہے تھے؟

"اپنی کمزوری بے سروسامانی اور لوگوں کی نگاہوں میں اپنی بے قدری کی فریاد تجھ ہی سے کرتا ہوں۔ اے رحم کرنے والے! توہی درماندہ عاجزوں کا مالک ہے اور میرا مالک بھی توہی۔ یہ تونے مجھے کن لوگوں میاں آکرڈال دیا؟ بیگانہ ترش رو یا اس دشمن کے جسے میرے معاملے پر قابو ہے؟ اگر تم مجھ سے ناراض نہیں تو مجھے کسی مصیبت کی پرواہ نہیں کیونکہ تیری حفاظت وعافیت میرے لئے بہت وسیع ہے تیری ذات کے نور کی پناہ میں آتا ہوں جن سے تمام اندھیرے اجالے بن جاتے ہیں دنیا و آخرت کے تمام کام سنور جاتے ہیں۔

تیری ناراضی یا غصہ مجھ پر نہ ہو مجھے تیری رضامندی اور خوشنودی درکار ہے نیکی کرنے اور بدی سے محفوظ رہنے کی طاقت تیری ہی طرف سے ملتی ہے۔

سات نسلوں کا تعارف ہے یہ لہجہ جب کوئی بولے تو نام ونسب کھلتا ہے۔

نظم

خوشبو کی لاش
یہ موت پر رونے والوں کا شور ہے
شہر کا چہرہ جل چکا ہے
ہاتھوں کی چمکدار لکیریں
ٹوٹی پڑی ہیں
جب بھی کہیں بندوق کی گولی
قہقہہ لگاتی ہے
ہم ڈر جاتے ہیں
موت ہماری گود میں ہے
زمین کے سینے کو ہم قبر بنا چکے ہیں
کوئی بھی درخت سرسبز نہیں
ہر طرف کالے سائے ہیں
خوشبو کی لٹی ہوئی لاش پڑی ہے
کسی بھی سر پر آنچل نہیں
یہ موت پر رونے والوں کا شور ہے
ہر آنکھ پتھر ہے
بہتا ہوا لہو دعا مانگنے والے ہاتھوں پر جم چکا ہے
اے زندگی ۔۔۔۔ اب تری دعا کون کرے
کون اپنی نرم دستک سے
محبت کے شہر کا دروازہ کھولے
آکمل نوید (anwer7star)

غربت کا ہے شور

ایک آدمی سے کسی نے پوچھا کہ آج کل اتنی غربت کیوں ہے؟

اس نے جواب میں کہا۔۔

میرے خیال میں آج اتنی غربت نہیں جتنا شور ہے۔۔۔۔۔۔

آج کل ہم جس کو غربت بولتے ہیں وہ دراصل خواہش پورا نہ ہونے کو بولتے ہیں۔۔۔۔

ہم نے تو غربت کے وہ دن بھی دیکھے ہیں کہ اسکول میں تختی پر (گاچی) کے پیسے نہیں ہوتے تھے تو (سواگہ) لگایا کرتے تھے۔۔۔۔۔۔

سلیٹ پر سیاہی کے پیسے نہیں ہوتے تھے (سیل کا سکہ) استعمال کرتے تھے۔

اسکول کے کپڑے جو لیتے تھے وہ صرف عید پر لیتے تھے۔

اگر کسی شادی بیاہ کے لیے کپڑے لیتے تھے تو اسکول کے رنگ کے ہی لیتے تھے۔۔

کپڑے اگر پھٹ جاتے تو سلائی کر کے بار بار پہنتے تھے۔۔

جوتا بھی اگر پھٹ جاتا تو بار بار سلائی کرواتے تھے۔۔

اور جوتا سروس یا باٹا کا نہیں پلاسٹک کا ہوتا تھا۔۔۔۔

گھر میں اگر مہمان آجاتا تو پڑوس کے ہر گھر سے کسی سے گھی کسی سے مرچ کسی سے نمک مانگ کر لاتے تھے۔۔

آج تو ماشاءاللہ ہر گھر میں ایک ایک ماہ کا سامان رکھا ہوتا ہے۔۔

مہمان تو کیا پوری بارات کا سامان موجود ہوتا ہے۔۔۔۔

آج تو اسکول کے بچوں کے ہفتے کے سات دنوں کے سات جوڑے استری کر کے گھر رکھے ہوتے ہیں۔۔۔۔

روزانہ نیا جوڑا پہن کر جاتے ہیں۔

آج اگر کسی کی شادی پہ جانا ہو تو مہندی بارات اور ولیمے کے لیے الگ الگ کپڑے اور جوتے خریدے جاتے ہیں۔۔

ہمارے دور میں ایک چلتا پھرتا انسان جس کا لباس تین سو تک اور بوٹ دو سو تک ہوتا تھا اور جیب خالی ہوتی تھی۔۔

آج کا چلتا پھرتا نوجوان جو غربت کا رونا رو رہا ہوتا ہے اُسکی جیب میں تیس ہزار کا موبائل، کپڑے کم سے کم دو ہزار کے، جوتا کم سے کم تین ہزار کا، گلے میں سونے کی زنجیر ہاتھ پہ گھڑی۔۔۔۔ یہ سب چیزیں پاس ہیں پھر بھی غربت کا مارا ہے۔۔۔۔

غربت کے دن تو وہ تھے جب گھر میں بتّی جلانے کے لیے تیل نہیں ہوتا تھا روئی کو سرسوں کے تیل میں ڈبو کر جلا لیتے...

آج کے دور میں خواہشوں کی غربت ہے۔۔۔۔ ★

اگر کسی کی شادی میں شامل ہونے کے لیے تین جوڑے کپڑے یا عید کے لیے تین جوڑے کپڑے نہ سلا سکے وہ سمجھتا ہے میں غریب ہوں۔

آج خواہشات کا پورا نہ ہونے کا نام غربت ہے لیکن ہم غربت کے اصل سے نابلد ہیں۔

ہمارا فرض بنتا ہے کہ ہم دوسروں کے لیے آسانیاں پیدا کریں تاکہ ہمارے لیے بھی آسانیاں پیدا ہوں اور ہماری راہیں ہموار ہوں۔

والدین کی رائے

بڑے کبھی غلط فیصلہ نہیں کر سکتے اور چھوٹے کبھی عقل کا کام نہیں کر سکتے بیٹا اور اس کی فیملی کا زیادہ کنٹرول ہوتا ہے خاندان میں۔

بزرگوں کے مطابق بگڑے ہوئے رئیس کو تو خدا کی طرف سے ہدایت مل سکتی ہے مگر کسی جدوجہد کرتے ہوئے مڈل کلاس کو رزق میں فراخی عطا نہیں ہو سکتی اس لیے آنکھیں بند کر کے اپنی بیٹیوں کی شادی کسی ناشکرے دولت مند سے کروائیں اور قدر کرنے والے محنتی کو جوتے کی نوک پر رکھیں۔

اگر ارینج میرج میں قربان کیا گیا جوڑا ایک شدید abusive اور تناؤ بھری زندگی جی رہا ہے تو بس یہ قسمت کا لکھا تھا اور اگر کسی لو میرج کرنے والے کپل میں لڑائی چل رہی ہے تو جو خاندانی روایات کا مان توڑتے ہیں وہ کبھی اچھی زندگی نہیں گزارتے۔

بیٹی چاہے سسرال سے لکڑی کے بیٹ سے پٹ کر منہ اور جسم پر نیل کے نشان لے کر آئے پر اس کا مرد اس کا سائبان ہے اس کو شادی نبھانی ہے مان رکھنا ہے اور مر کر وہاں سے نکلنا ہے۔

اگر جوان بیٹا لاکھ کوششوں کی وجہ سے اب بھی بے روزگار ہے تو تین وقت کھانے کے ساتھ اس کو 25 بار بے روزگاری کے طعنے دینا رزق میں برکت کا باعث بنتا ہے۔

اگر بیٹی کسی نفرت اور منافقت بھرے تعلق سے منہ موڑ کر آپ کے در پر واپس آتی ہے تو اس پہ دروازہ بند کر کے اپنی مشرقی غیرت کا ثبوت دیں اگر وہ خود کھڑا ہونا سیکھنا چاہتی ہے تو اسکی کوئی سپورٹ مت کریں، وہ خاندان کی لڑکیوں کے لیے مثال بن جائے گی۔ اس کے ساتھ صرف اتنا کریں کہ وہ صرف عبرت کا نشان بن جائے۔

جو خاندان اپنے بچوں کے فیصلوں کا احترام کرتے ہیں وہ بے غیرت کافر اور یہودی ایجنٹ ہیں اور ان کی وجہ سے ہماری حسین مشرقی اقدار تباہ ہو گئے ہیں۔

اولاد میں کوئی معذوری کا شکار ہے کم صورت ہے یا آپ کی نظر میں وہ اتنی مکمل نہیں تو اس کا مذاق اڑانے اور disown کرنے سے آپ کی شخصیت اور نکھرے گی۔

جو اولاد اپنے بزرگوں کے سامنے اپنی شریک حیات کے ساتھ محبت کا مظاہرہ دکھائیں وہ انتہائی بے شرم اور بے غیرت ہیں۔

"ایک مجلس میں ذاکرہ نے بولا تھا کہ اولاد پیدا کرنا واجب نہیں پر جب اولاد ہو جائے تو اس کی تربیت واجب ہے۔"

پھر ان خاتون کی مجالس پڑھنے پر بین لگ گیا اور میرا سوال ادھر ہی رک گیا کہ صرف اولاد کی تربیت یا والدین کو بھی تربیت کی ضرورت ہے۔

★

رات کی رانی اور نازک آبگینے

حسن کی بہتات ہوتی ہے اکثر نقاب کے پیچھے!
معصومیت عروج پر ہوتی ہے اکثر ہوئی حجاب کے پیچھے!
آؤ میں تمہیں حسن و معصومیت کا ایک اکسیر نسخہ دوں!
رب سے عطا ہوتے ہیں یہ دو تہائی رات کے پیچھے!

رات کی رانی کا پھول دیکھا ہے آپ لوگوں نے ۔۔۔۔؟

نہیں ۔۔۔؟

آپ نے نہیں دیکھا یا جس نظر سے میں کہہ رہی ہوں اس نظر سے نہیں دیکھا ۔۔؟

جیسے جیسے رات اپنے پر پھیلانا شروع کرتی ہے، ہر شے پر تاریکی اپنا بسیرا کر لیتی ہے، ہر چیز پر خاموشی اپنا تسلط قائم کر لیتی ہے۔ نظروں سے اوجھل ہونے کی وجہ سے 'کمزور ہرنیاں' خطرناک درندوں سے اپنے آپ کو محفوظ تصور کرتی ہیں تو، 'معصوم مینائیں' بھی شکاریوں سے امن محسوس کرتی ہیں ۔

لیکن کچھ نادان ہرنیاں اس وقت خطرناک درندوں کو اپنی جادوئی آنکھوں کے ذریعے تسخیر کرنے کو بے چین ہوتی ہیں۔ کچھ نادان مینائیں اس وقت شکاریوں سے پینگیں بڑھانے کے لیے طرح طرح کے اسباب اختیار کرتی نظر آتی ہیں۔

ایسا کچھ کر کے پتہ نہیں کس کس کی آس کو وہ یاس میں بدل رہی ہوتی ہیں۔ پتہ نہیں کس کس کی وفاؤں کو بے وفائی کا لباس پہنا دیتی ہیں۔

لیکن چار سو پھیلی رات کی تاریکی اور اندھیرے حجاب میں چھپے ایک پھول کی کہانی ایسی ہے جو بنت حوا کے لیے ایک نمونہ ہے ۔ جب تک اس پھول پر رات اپنا حجاب ڈالے رکھتی ہے اور پھول تاریکی میں چھپا رہتا ہے، اس وقت تک لوگ اس کی مہک اور تصوراتی خوبصورتی پر فریفتہ ہوئے جاتے ہیں۔ یہ رات اس پھول کے لئے اس باغ کے مالی کی مانند ہوتی ہے، جو کسی کو بھی اس پر حملہ آور ہونے نہیں دیتی۔ جو اس کی تازگی اور شگفتگی کو برقرار رکھتی ہے۔ جو اس کی نازک کلیوں کو مرجھانے نہیں دیتی۔ رات اس کے لیے سب کچھ ہے۔ اسی لئے تو اسے رات کی رانی کہتے ہیں۔ باد نسیم جب اپنی نازک اندام غیر مرئی لہروں اور خوشگوار جھونکوں پر اس کی خوشبو لے کر سفر کرتی ہے تو جہاں جہاں سے گزرتی ہے ہر راہ گزر اس خوشبو کی طرف جانے کے لئے مچل اٹھتا ہے۔ اس کی طرف لپکنے کو بے تاب ہوا جاتا ہے۔ ہر کوئی اس ان دیکھے پھول کی ایک جھلک دیکھنے کا تمنائی بن جاتا ہے ۔ لیکن! رات کی چار دیواری اس پھول کی پہرے داری کرتی ہے۔ رات کا سیاہ اندھیرا اس کے لیے حجاب ہوتا ہے چار دیواری اور حجاب کے ہوتے ہوئے کس کی جرأت کہ اس پھول کو توڑ سکے، اس کی خوشبو کو چرا سکے۔۔۔۔؟

★

پتا ہے پھر کیا ہو تا ہے ۔۔۔۔؟

رات کی چار دیواری جب ٹوٹ جاتی ہے۔ اندھیری رات کا حجاب جب عیاں ہو جاتا ہے تو ہزاروں نظریں پھول کی بے حجاب خوبصورتی کی طرف اٹھتی ہیں۔ وہ نظریں کہ جن میں اس پھول کو پانے کی تمنا اور اس کی معصوم پتیوں کو کچلنے کی ہوس کے اور کچھ نہیں ہوتا۔ ان نظروں میں سوائے عزت و احترام کے اور سبھی کچھ ہوتا ہے۔ سینکڑوں انگلیاں ناپاک ارادوں سے اس کی طرف اٹھنے لگتی ہیں جو اس پھول کی نازک کلیوں کو اور پاک شبنم سے مغسل مقدس معصومیت کو مسلنے کے لیے بے تاب ہوتی ہیں۔

اور انجام۔۔۔۔

انجام کیا ہو تا ہے۔۔۔؟

انجام یہ ہو تا ہے کہ وہ پھول مرجھا جاتا ہے۔ کلیاں بکھر جاتی ہیں اور خوشبو عنقا ہو جاتی ہے۔ اپنے بہت زیادہ محترم اور عزیز پھول کی اس حالت کو دیکھ کر باغباں ٹوٹ جاتا ہے، پھول سے جڑی ساری امیدیں بھی مرجھا جاتی ہیں۔ چمن گویا اجڑ جاتا ہے اور مالی تڑپتا رہ جاتا ہے۔ اس کی گردن جھک جاتی ہے ۔

فانوس ٹوٹ جائے تو جڑ نہیں پاتا۔ عزت و ناموس بکھر جائے تو واپس آ نہیں سکتی۔ اگر رات کی چار دیواری ٹوٹ نہ پاتی، رات کا حجاب عیاں نہ ہوتا تو ساری زندگی بھی کوئی اس پھول کو نہ توڑ سکتا تھا۔ نہ کلیوں کو مسل سکتا تھا، نہ خوشبو کو چرا سکتا تھا۔

جی ہاں بس اتنا ہی کہنا ہے ہمارا گھر ہماری چار دیواری ہے، ہمارا پردہ ہمارا حجاب ہے، ہمارے والدین باغباں ہیں، حیا اور غیرت گلستان کی باڑ ہیں، بھائی اور محرم رشتے ہمارے پہرہ دار ہیں اور ہم!

ہاں ہم ہیں "رات کی رانی"۔ دیکھنا ذرا خیال رکھنا، ہماری رات کی چار دیواری اور حجاب ٹوٹنے نہ پائے، بکھرنے اور عیاں ہونے نہ پائے۔ بس ہم رات کی رانی کا پھول ہیں۔ گھر حجاب اور حیا و غیرت ہماری رات ہے۔ اس رات کے تقاضوں کو پورا کرنا ورنہ ہماری پتیاں اور نازک کلیاں بکھر اور ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو جائیں گی۔

غزل

ساتھ رہی ہے ساتھ رہے گی جان ہماری اُردو ہے
اُردو کی پہچان میں ہم پہچان ہماری اُردو ہے

ہندو مسلم سکھ عیسائی نغمے گائیں اُردو میں
ننھے بچے مکتب جا کر سبق سنائیں اُردو میں

محنت کش اخبار کتابیں پڑھیں پڑھائیں اُردو میں
عزت اُردو عظمت اُردو شان ہماری اُردو ہے

اُردو کے شیدائی اُردو پڑھتے ہیں پڑھواتے ہیں
شیخ و برہمن ، وعظ نصیحت اُردو میں فرماتے ہیں

بحرِ سخن میں ڈوب کے شاعر موتی چن چن لاتے ہیں
طرز ہے اُردو لے ہے اُردو ، تان ہماری اُردو ہے

خواب لیے احساس لیے اقدار لیے ایثار لیے
آنکھوں میں جذبات سجائے دل میں سبھی کا پیار لیے

علم و فن تہذیب و تمدن نظم و غزل اشعار لیے
ملک میں امن و محبت کا عنوان ہماری اُردو ہے

عبید اعظم اعظمی

آم کھپے

آم کی خاص بات یہ ہے کہ اس میں ایک بھی عام بات نہیں ہے۔ اس کا ذائقہ، اس کی خوشبو، اس کی رنگت، اس کی صورت، اس کا سائز، اس کی قیمت، سب ہی کچھ خاص بلکہ خاص الخاص ہیں۔ پہلے کہا جاتا تھا کہ آم پھلوں کا بادشاہ ہے۔ اب جمہوری دور ہے اور ''اسٹیبلشمنٹ'' بھی مضبوط ہے لہٰذا محاورہ یوں ہو گا کہ آم پھلوں کا ''کور کمانڈر'' ہے۔

ذرا اس کی خصوصیات دیکھیے یہ اکیلا سب پر ''بھاری'' ہے۔ لذّت میں میٹھا لیکن قیمت میں ''کڑوا'' ہے۔ ٹھیلوں سے لے کر دلوں تک راج کرتا ہے اور جیبیں خالی کراتا ہے۔ اِدھر سیزن آیا اور اُدھر ''قتلِ آم'' شروع ہوا۔ پیٹ کا یہ حال کہ بھرتا ہی نہیں بلکہ تقاضا کرتا ہے کہ ''ھل من مزید؟'' اور کھانے والا پکار تا رہتا ہے__ آم کھپّے، کھپّے!

سیاست دانوں، آموں اور دانشوروں میں ایک قدرِ مشترک ہے کہ تینوں کی دو بنیادی قسمیں ہوتی ہیں۔ اکثر سیاست داں اور دانشور دو قسم کے ہوتے ہیں یعنی بُرے اور زیادہ بُرے۔ اتفاق سے آم بھی دو قسم کے ہوتے ہیں۔ ان دونوں کے نام آپ کو اس واقعے میں مل جائیں گے جو کچھ عرصے قبل ہمارے ساتھ پیش آیا۔ ایک نجی محفل میں ایک دوست نے ہمارا تعارف ایک نامور صنعت کار سے کراتے ہوئے اُنھیں بتایا کہ ''یہ لکھتے ہیں۔'' اگرچہ تعارف میں پورا نام شامل تھا لیکن سیٹھ صاحب نے پھر بھی یہ پوچھنا ضروری سمجھا۔''آپ کس نام سے لکھتے ہو؟'' ہم نے باصد انکسار اپنا نام بتایا لیکن اُن کی پھر بھی تسلی نہ ہوئی۔ بولے ''یہ آپ کا قلمی نام ہے؟'' ہم نے جھنجلا کر کہا ''جی نہیں، تخمی ہے۔''

تخمی آم تو اپنی ہم زاد اور ہم قافیہ ''گٹھلی'' کے تعاون سے عالمِ وجود میں آتا ہے لیکن قلمی آم درختوں پر قلم لگا کر حاصل کیے جاتے ہیں۔ اس ''قلم کاری'' کا جدید نام۔''کلوننگ'' ہے جس کی ایجاد کا سہرا سائنس داں اپنے سر باندھتے ہیں جبکہ ہمارے یہاں یہ کام باغوں کے مالی سالہا سال سے کر رہے ہیں۔ سائنس دانوں کی ''قلمائی'' ہوئی بھیڑ (مسماۃ ڈولی) اب عالمِ ارواح میں ہے جبکہ قلمی آموں کے درخت ہمارے سامنے جا بجا لہلہا رہے ہیں۔ ہم سیدھے سادے لوگ ہیں اس لیے ہر کام پکّا کرتے ہیں... چاہے وہ کرپشن ہی کیوں نہ ہو۔ کراچی میں لذتِ کام و دہن کی کچھ پارٹیاں بہت مقبول ہیں۔ ان کا آغاز (مرحوم) بشارت مرزا نے کیا تھا۔ ان کی دعوتِ حلیم میں ان کی سیاسی پارٹی کے ارکان سے کہیں زیادہ تعداد میں مہمان شرکت کرتے تھے۔ واضح رہے کہ پارٹی بمشکل سات آٹھ افراد پر مشتمل تھی جو سب کے سب پارٹی کے اعلیٰ عہدوں پر فائز تھے۔

پھر نہاری پارٹیوں نے رواج پایا۔ اسی دوران ایک صاحب نے پائے کی پارٹی کا ڈول ڈالا اور (پائے کے سائز کی رعایت سے) ''بڑے پائے والے'' مشہور ہوئے۔ اس کے بعد آم پارٹیاں عام ہوئیں۔ ایسی ہی ایک آم پارٹی نہایت خاص لوگوں کے لیے

ایک صاحبِ ذوق تاجر اقبال راجہ ہر سال اپنے گھر پر برپا کرتے ہیں جس میں وہ حق ہمسائیگی کے تحت ہمیں بے دھڑک مدعو کر لیتے ہیں اور ہم بلا جھجک جا دھمکتے ہیں۔

اس مرتبہ (غالباً مہمانوں کی کثیر تعداد کے پیشِ نظر) میزبان نے یہ "فُول پروف" حکمتِ عملی اپنائی کہ کھانا کارڈ پر چھپے ہوئے وقت یعنی ٹھیک شام 8:10 (حکیم سعید اسٹینڈرڈ ٹائم) پر کھول دیا۔ ہم کہ ہر سال ایک ڈیڑھ گھنٹہ انتظار کی صعوبت جھیلتے رہے ہیں اُس کو ذہن میں رکھتے ہوئے جب نو بجے جائے وقوعہ پر پہنچے تو وہاں غالبؔ کے اس شعر کا نقشہ نظر آیا

داغِ فراقِ صحبتِ شب کی جلی ہوئی

اک شمع رہ گئی ہے سو وہ بھی خموش ہے

ہم نے میزبان کو مختصر کمپنی دینے کے بعد اُن سے رخصت کی اجازت چاہی جو انھوں نے فوراً اور بخوشی مرحمت فرمادی۔ جب واپس گھر آئے تو بیگم نے طنز کا پہلا تیر چھوڑا "آج اتنی جلدی کیسے آگئے، خیریت تو رہی؟" ہم نے جواب دیا "آج لُوٹ مار اور لاٹھی چارج کا خطرہ تھا، اس لیے میزبان استادی دکھاگئے۔" موصوفہ نے بچا کھچا کھانا ہمارے سامنے پٹخ دیا۔ ہم نے پوچھا "اور وہ جو میں کل سرولی آموں کی تھیلی لایا تھا، اس کا آخر کیا ہوا؟" بولیں "جو بچّوں سے بچے تھے وہ، ملازموں کو کھلا دیے۔

اور ہاں، آئندہ گھر کی چیز کو ٹھکرا کر بھاگے بھاگے باہر نہ چلے جانا۔" صاحب، یہ شہر بھی عجیب ہے۔ کسی تقریب میں وقت پر پہنچ جاؤ تو تنہائی کا شکار بنو اور تاخیر سے جاؤ تو بھوکے پیٹ پر بیگم کی کڑوی کسیلی سنو۔ اُف اللہ، ہم تو کچھ کہہ بھی نہیں سکتے۔ اسی شہر میں ایک آم پارٹی کا اہتمام ایک نیم مذہبی، نیم سیاسی جماعت کرتی ہے۔ چونکہ یہ بڑی پارٹی ہوتی ہے اس لیے ظاہر ہے، اس میں بڑے لوگ ہی مدعو کیے جاتے ہے۔

پہلے زمانے میں لوگ پیار میں ایک دوسرے کو آموں کی پیٹیاں بھجواتے تھے۔ اب آم کو 'پی آر'، خوش آمد اور رشوت کا پالا مار گیاہے۔ چنانچہ پیٹی اب بھی جاتی ہے لیکن "روحِ حلالی" نہ رہی۔ ایک دفعہ خلوص اور پیار سے اکبرؔ الٰہ آبادی نے علامہ اقبالؔ کو آموں کی ایک پیٹی بھجوائی تو انھوں نے یہ تشکر آمیز شعر کہا

اثر یہ تیرے اعجازِ مسیحائی کا ہے اکبرؔ

الٰہ آباد سے لنگڑا چلا لاہور تک آیا

خود اکبرؔ الٰہ آبادی آموں کے اتنے رسیا تھے کہ انھوں نے اپنے ایک دوست (منشی نثار حسین، مہتمم "پیامِ یار" لکھنؤ) کے نام ایک خط میں آموں کی فرمائش اِس پُرزور اور پُرلطف انداز میں کی ۔

نامہ کوئی نہ یار کا پیغام بھیجئے

اس فصل میں جو بھیجئے، بس آم بھیجئے

ایسے ضرور ہوں کہ انھیں رکھ کے کھا سکوں

★

پختہ اگر ہوں بیس، تو دس خام بھیجئے
معلوم ہی ہے آپ کو بندے کا ایڈریس
سیدھے الہ آباد مرے نام بھیجئے
ایسا نہ ہو کہ آپ یہ لکھیں جواب میں
تعمیل ہو گی، پہلے مگر دام بھیجئے

آم بڑا توبہ شکن پھل ہے۔ ہمارے ایک محترم دوست نے گذشتہ روز بتایا کہ ان کے بڑے بھائی ذیابیطس کے پرانے مریض ہیں لیکن آموں کے ساتھ اتنا انصاف کرتے ہیں کہ ''تحریکِ انصاف'' بھی کیا کرے گی۔ ہم نے انہیں متنبہ کیا ''وہ اپنی صحت کے ساتھ انصاف نہیں کر رہے ہیں۔'' کہنے لگے۔''بھائی صاحب! آم کھانے سے پہلے درود شریف پڑھ لیتے ہیں۔'' ہم نے اس پر یہ تبصرہ کیا ''تو یوں کہیے نا، کہ وہ بزعمِ خود، درود شریف سے انسولین کا کام لیتے ہیں۔'' (ع اس سادگی پہ کون نہ مر جائے اے خدا!) شاعری سے آموں کا کوئی تعلق نہیں بنتا، لیکن شاعروں سے بہت گہرا تعلق ہے۔ ویسے تو ہمارے شعرائے کرام کھانے پینے میں کسی تکلف کے روادار نہیں، مرغیوں کے کوسنے جتنے وہ رولتے ہیں شاید ہی کسی اور کے حصے میں آتے ہوں لیکن جب معاملہ آموں کا ہو تو اُن کا انہماک دیکھنے والا ہوتا ہے۔ فلم اسٹار ماہرہ خان بھی اپنی تمام تر حشر سامانیوں کے ساتھ سامنے کھڑی ہو تو یہ اُسے نظر انداز کر دیں۔

ایک آم (بشمول مشاعرہ) پارٹی میں ہم نے ایک شاعر کو جنگی بنیادوں پر آم کھاتے اور اس عمل میں اپنے کپڑے تباہ کرتے ہوئے دیکھا تو سوشل میڈیا کی ایک حالیہ پوسٹ یاد آ گئی جس کے مطابق کچھ لوگ آم اس طرح کھاتے ہیں کہ گٹھلیاں بھی شرما کے بول پڑتی ہیں ''اللہ چھوڑیے نا، بس بھی کیجیے، سب لوگ دیکھ رہے ہیں۔'' ہم ان کے حال پر یہ تبصرہ کیے بغیر نہ رہ سکے کہ ''عزیزم، ع دامن کو ذرا دیکھ، ذرا بندِ قبا دیکھ۔'' موصوف آموں سے فارغ ہو چکے تھے اس لیے انھوں نے ہمارا مشورہ قبول کیا اور اپنے ''گوجرنالہ ٹائپ'' سراپے کا جائزہ لیا۔ پھر یہ کہتے ہوئے مشاعرہ گاہ سے سٹک لیے کہ ''یار، مشاعرے تو روز ہی ہوتے رہتے ہیں۔''

غالب بھی آم کے متوالے تھے (اگرچہ وہ پی ایم ایل (ن) سے کوئی عَلاقہ نہیں رکھتے تھے)۔ موصوف آموں میں صرف دو خوبیاں دیکھنی چاہتے تھے یعنی میٹھے ہوں اور بہت سے ہوں۔ ڈیڑھ سو سال بعد، بات اتنی آسان نہیں رہی۔ مرزا نوشہ آج زندہ ہوتے تو اپنے بیان میں یہ اضافہ کرتے کہ... سستے بھی ہوں!

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا

خدیجہ نام، امّ ہند کنیت اور طاہرہ لقب ہے۔ حضرت خدیجہ کے والد خویلد بن اسد ایک کامیاب تاجر تھے اور نہ صرف اپنے قبیلے میں بڑی باعظمت شخصیت کے مالک تھے بلکہ اپنی خوش معاملگی اور دیانداری کی بدولت تمام قریش میں بیحد ہر دلعزیز اور محترم تھے۔

حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا عام الفیل سے پندرہ سال قبل سنہ 555 عیسوی میں پیدا ہوئیں، بچپن ہی سے نہایت نیک اور شریف الطبع تھیں، جب سن شعور کو پہنچیں تو ان کی شادی ابوہالہ بن نباش (زرارہ) تمیمی سے ہوئی، ابوہالہ سے ان کے دو لڑکے ہوئے، ایک کا نام ہالہ تھا جو زمانہ جاہلیت ہی میں مر گیا دوسرے کا نام ہند تھا، بعض روایتوں کے مطابق ان کو شرف صحابیت حاصل ہوا۔ ابوہالہ کے انتقال کے بعد حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی دوسری شادی عتیق بن عابد (یا عائد) مخزومی سے ہوئی، ان سے بھی ایک لڑکی پیدا ہوئی جس کا نام ہند تھا۔ کچھ عرصہ بعد عتیق بن عابد بھی فوت ہو گئے۔ ایک روایت کے مطابق حضرت خدیجہ کا تیسرا نکاح ان کے ان کے ابن عم صیفی بن امیّہ کے ساتھ ہوا اور ان کے انتقال کے بعد انہیں جناب رسول کریم صلی الہ علیہ وسلم کا شرف زوجیت حاصل ہوا۔ لیکن اکثر روایتوں میں ہے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا تیسرا اور آخری نکاح جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہی سے ہوا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حبالہ زوجیت میں آنے سے پیشتر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اپنی بیوگی کے ایام خلوت گزینی میں گزار رہی تھیں، وہ اپنا کچھ وقت خانہ کعبہ میں گزارتیں اور کچھ وقت اس زمانہ کی معزز کاہنہ عورتوں میں صرف کرتیں اور ان سے زمانہ کے انقلاب پر وقتاً فوقتاً بحث کیا کرتیں۔ قریش کے بڑے بڑے سرداروں نے انہیں نکاح کے پیغامات بھیجے لیکن انہوں نے سب رد کر دیئے کیونکہ پے در پے صدمات نے انکی طبیعت دنیا سے اچاٹ کر دی تھی۔ ادھر ان کے والد ضعف پیری کی وجہ سے اپنی وسیع تجارت کے انتظام سے عاجز آ گئے، نرینہ اولاد کوئی زندہ نہ تھی، تمام کام اپنی ذہین اور عاقلہ بیٹی کے سپرد کر کے خود گوشہ نشین ہو گئے اور کچھ عرصہ بعد ان کا انتقال ہو گیا۔ (1)

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے تمام کاروبار تجارت نہایت احسن طریقے سے جاری رکھا اس وقت ان کی تجارت ایک طرف شام میں پھیلی ہوئی تھی اور دوسری طرف اطراف یمن میں، اس وسیع کاروبار کو چلانے کیلئے انہوں نے ایک بڑا عملہ رکھا ہوا تھا جو متعدّد عرب، یہودی اور عیسائی ملازموں اور غلاموں پر مشتمل تھا۔ حسن تدبیر اور دیانت داری کی بدولت ان کی تجارت روز بروز ترقی کر رہی تھی اور اب انکی نظریں ایک ایسے شخص کی متلاشی تھیں جو بے حد قابل، ذہین، اور دیانتدار ہو، تاکہ وہ اپنے تمام ملازمین کو اسکی سرکردگی میں تجارتی قافلوں کے ساتھ بھیجا کریں۔

یہ وہ زمانہ تھا جب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے پاکیزہ اخلاق اور ستودہ صفات کا چرچا مکہ کے گھر گھر میں پھیل چکا تھا۔ اس وقت حضور کا عنفوان شباب تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ساری قوم میں امین کے لقب سے یاد کئے جاتے تھے۔ یہ ناممکن تھا کہ

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے کانوں تک اس مقدس ہستی کے اوصاف کی بھنک نہ پڑتی، ان کو اپنی تجارت کی نگرانی کیلئے ایسی ہی ہمہ صفت موصوف شخص کی تلاش تھی۔ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پیغام بھیجا کہ اگر آپ میرا سامان تجارت شام تک لیجایا کریں تو دوسرے لوگوں سے دوچند معاوضہ آپ کو دیا کرونگی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان دنوں اپنے چچا کی سرپرستی میں تھے، انہیں وقتاً فوقتاً حضرت خدیجہ کی تجارت کا حال معلوم ہوتا رہتا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خدیجہ کا پیغام منظور فرمالیا اور اشیائے تجارت لے کر عازم بُصریٰ ہوئے۔ چلتے وقت حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے اپنا غلام خاص میسرۃ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کر دیا اور اسے تاکید کی کہ اثنائے سفر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی تکلیف نہ ہونے پائے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دیانتداری وسلیقہ شعاری کی بدولت تمام سامان تجارت دگنے منافع پر فروخت ہو گیا۔ دوران سفر میں سردار قافلہ یعنی سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہمراہیوں کے ساتھ اتنا اچھا سلوک کیا کہ ہر ایک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مدّاح بلکہ جان نثار بن گیا۔ جب قافلہ مکہ واپس آیا اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو میسرۃ کی زبانی سفر کے حالات اور منافع کی تفصیلات معلوم ہوئیں تو وہ بیحد متاثر ہوئیں اور اپنی خادمہ یا سہیلی نفیسہ کی معرفت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نکاح کا پیغام بھیجا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ایما پا کر وہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے چچا عمرو بن اسد کو بلا لائیں، اس وقت وہی ان کے سرپرست تھے۔ دوسری طرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے چچا ابو طالب اور دوسرے اکابر خاندان کے ساتھ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے مکان پر تشریف لائے۔ جناب ابو طالب نے نکاح کا خطبہ پڑھا اور ۵۰۰ درہم طلائی مہر قرار پایا۔ اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارت 25 سال اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی عمر ۴۰ سال تھی۔

نکاح کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم اکثر گھر سے باہر رہنے لگے۔ کئی کئی روز مکہ کے پہاڑوں پر جا کر عبادت الٰہی میں مشغول رہتے، غرض اسی طرح پندرہ برس کا زمانہ گزر گیا۔ ایک دن اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم غار حرا میں معتکف تھے کہ ربّ ذوالجلال کے حکم سے جبرائیل علیہ السلام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تشریف لائے اور کہا: ”قُمْ یَا مُحَمَّدْ“ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نظریں اٹھائیں تو اپنے سامنے ایک نورانی صورت کو کھڑے پایا۔ جبرائیل علیہ السلام نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سینے سے لگا کر دبایا اور کہا پڑھ، حضور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں پڑھا لکھا نہیں، جبرائیل علیہ السلام نے پھر یہی کہا اور حضور صلی اللہ علیہ نے یہی جواب دیا، تیسری مرتبہ جب جبرائیل علیہ السلام نے کہا:

اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ o خَلَقَ الْإِنسَانَ مِنْ عَلَقٍ o

اقْرَأْ وَرَبُّكَ الْأَكْرَمُ o الَّذِي عَلَّمَ بِالْقَلَمِ o عَلَّمَ الْإِنسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ o

ترجمہ: ”پڑھ اپنے پروردگار کے نام سے جس نے پیدا کیا۔ جس نے انسان کو خون کے لوتھڑے سے پیدا کیا۔ پڑھ تیرا پروردگار بہت کرم والا ہے۔ جس نے قلم کے ذریعے علم سکھایا۔ جس نے انسان کو وہ سکھایا جو وہ نہیں جانتا تھا۔“

تو حضور صلی اللہ علیہ کی زبان پر یہی الفاظ جاری ہو گئے۔ اس حیرت انگیز واقعے سے حضور صلی اللہ علیہ کی طبیعت بیحد متاثر ہوئی۔ گھر تشریف لائے تو فرمایا "زَمِّلُونِي زَمِّلُونِي" مجھے کپڑا اوڑھاؤ مجھے کپڑا اوڑھاؤ۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے تعمیل ارشاد کی اور پوچھا کہ آپ کہاں تھے میں سخت فکر مند تھی اور کئی آدمیوں کو آپ کی تلاش میں بھیج چکی تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ نے تمام واقعہ بی بی خدیجہ رضی اللہ عنہا کے سامنے من و عن بیان کر دیا۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا۔ آپ سچ بولتے ہیں، غریبوں کے دستگیر ہیں، مہمان نواز ہیں، صلہ رحم کا خیال رکھتے ہیں، امانت گزار ہیں اور دکھیوں کے خبر گیر ہیں۔ اللہ آپ صلی اللہ علیہ کو تنہا نہ چھوڑے گا۔" پھر آپ صلی اللہ علیہ کو ساتھ لے کر اپنے چچازاد بھائی ورقہ بن نوفل کے پاس پہنچیں جو زمانہ جاہلیت میں بت پرستی چھوڑ کر عیسائی ہو گئے تھے اور گزشتہ الہامی کتابوں توریت اور انجیل کے بہت بڑے عالم تھے۔ بی بی خدیجہ رضی اللہ عنہا نے تمام واقعہ جو حضور صلی اللہ علیہ کو پیش آیا تھا ان کے سامنے پیش کیا، ورقہ یہ سنتے ہی بول اٹھے:

"یہ وہی ناموس ہے جو موسیٰ علیہ السلام پر اترا تھا۔ اے کاش کے میں اس زمانے تک زندہ رہتا جب آپ کی قوم آپ کو وطن سے نکال دے گی۔"

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: "کیا یہ لوگ مجھ نکال دینگے؟" ورقہ نے کہا:

"ہاں جو کچھ آپ پر نازل ہوا ہے جب کسی پر نازل ہوتا ہے تو دنیا اسکی مخالف ہو جاتی ہے، اگر میں اس وقت تک زندہ رہا تو آپ کی بھرپور مدد کروں گا۔"

اس گفتگو کے بعد ورقہ کا بہت جلد انتقال ہو گیا۔ تاہم حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو کامل یقین ہو گیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم منصب رسالت پر فائز ہو چکے ہیں۔ چنانچہ وہ بلا تامّل حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آئیں۔ تمام کتب سیر متفق ہیں کہ عورتوں میں سب سے پہلے مشرّف بہ اسلام ہونے والی خاتون حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نکاح کے بعد حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا تقریباً ۲۵ سال زندہ رہیں۔ اس مدت میں انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہر قسم کے روح فرسا مصائب کو نہایت خندہ پیشانی سے برداشت کیا اور آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت اور جاں نثاری کا حق ادا کر دیا۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے اسلام لانے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلقین میں بھی اسلام کی تڑپ پیدا ہوئی۔ نوجوانوں میں حضرت علی رضی اللہ عنہ، بڑوں میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ سب سے پہلے ایمان لائے۔ ان کے بعد دوسرے سعید الفطرت اصحاب بھی آہستہ آہستہ اسلام میں داخل ہونے شروع ہو گئے۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو اسلام کی وسعت پذیری سے بیحد مسّرت حاصل ہوتی تھی اور وہ اپنے غیر مسلم اعزّہ اور اقارب کے طعن و تشنیع کی پرواہ کئے بغیر اپنے آپ کو تبلیغ حق میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دست و بازو ثابت کر رہی تھیں۔ انہوں نے اپنا تمام مال و زر اسلام پر لگا دیا اور اپنی ساری دولت یتیموں اور بیواؤں کی خبر گیری، بیکسوں کی دستگیری اور حاجت مندوں کی حاجت روائی کیلئے وقف کر دی۔ ادھر کفار قریش نو مسلموں پر طرح طرح کے

مظالم ڈھارہے تھے اور تبلیغ حق کی راہ میں ہر طرح کے روڑے اٹکارہے تھے انہوں نے رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے جان نثاروں کو ستانے میں کوئی کسر اٹھانہ رکھی تھی۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کفار کی لایعنی اور بے ہودہ باتوں سے کبیدہ خاطر ہوتے تو خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا عرض کرتیں:"یارسول اللہ: آپ رنجیدہ نہ ہوں، بھلا کوئی ایسا رسول بھی آج تک آیا ہے جس سے لوگوں نے تمسخر نہ کیا ہو۔"حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کہ اس کہنے سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ملال طبع دور ہو جاتا تھا۔ اس پر آشوب زمانے میں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہانہ صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہم خیال اور غمگسار تھیں بلکہ ہر موقع پر اور ہر مصیبت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کیلئے تیار رہتی تھیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے:

"میں جب کفار سے کوئی بات سنتا تھا اور وہ مجھ کو ناگوار معلوم ہوتی تھی تو میں خدیجہ سے کہتا، وہ اس طرح میری ڈھارس بندھاتی تھیں کہ میرے دل کو تسکین ہو جاتی تھی اور کوئی ایسا رنج ایسا نہ تھا جو خدیجہ رضی اللہ عنہا کی باتوں سے آسان اور ہلکا نہ ہو جاتا تھا۔"

عفیف کندی کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں زمانہ جاہلیت میں کچھ اشیاء خریدنے کیلئے مکہ آیا اور عباس بن عبد المطلب کے پاس ٹھہرا۔ دوسرے دن جب صبح کے وقت عباس کے ہمراہ بازار کی طرف چلا۔ جب کعبہ کے پاس سے گزرا تو میں نے دیکھا ایک نوجوان شخص آیا، اپنا سر آسمان کی طرف اٹھا کر دیکھا پھر قبلہ کی طرف منہ کرکے کھڑا ہو گیا، تھوڑی دیر بعد ایک نوخیز لڑکا آیا جو پہلے جوان کی ایک جانب کھڑا ہو گیا، زیادہ دیر نہ گزری تھی کہ ایک عورت آئی اور وہ بھی ان دونوں کے پیچھے کھڑی ہو گئی۔ ان تینوں نے نماز پڑھی اور چلے گئے۔ میں نے عباس سے کہا"عباس ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مکہ میں انقلاب آنے والا ہے؟" عباس نے کہا:"ہاں تم جانتے ہو یہ تینوں کون ہیں؟" میں نے کہا:"نہیں"۔ عباس نے کہا:"یہ جوان اور لڑکا دونوں میرے بھتیجے تھے، جوان عبد اللہ بن مطلب کا بیٹا محمدؐ اور لڑکا ابو طالب بن عبد المطلب کا بیٹا علی تھا۔ عورت جس نے دونوں کے پیچھے نماز پڑھی، میرے بھتیجے محمدؐ کی بیوی خدیجہ بنت خویلد ہے۔ میرے بھتیجے کا دعویٰ ہے کہ اس کا دین الہامی ہے اور وہ ہر کام خدا کے حکم سے کرتا ہے لیکن ابھی تک ان تینوں کے سوا اس دین کا کوئی پیرو میرے علم میں نہیں ہے۔"عباس کی یہ باتیں سن کر میرے دل میں یہ خواہش ہوئی کہ اے کاش چوتھا میں ہوتا۔

اس واقعے سے اندازہ ہوتا ہے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہانے کیسے نامساعد حالات میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ دیا۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی یہی ہمدردی، دلسوزی اور جاں نثاری تھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان سے بے پناہ محبت فرماتے تھے۔ جب تک وہ زندہ رہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی دوسرا نکاح نہ فرمایا۔ حضرت خدیجہ جہاں اولاد کی پرورش نہایت حسن وخوبی سے کر رہی تھیں وہاں امور خانہ داری بھی نہایت سلیقے سے نبھاتی تھیں اور باوجود تموّل و ثروت کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت خود کرتی تھیں۔ صحیح بخاری میں روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضرت جبرائیل علیہ السلام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تشریف لائے اور کہا:"خدیجہ برتن میں کچھ لارہی ہیں آپ ان کو اللہ کا اور میرا سلام پہنچا دیجئے۔"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت خدیجہ کی عقیدت و محبت کی یہ کیفیت تھی کہ بعثت سے پہلے اور بعثت کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ فرمایا انہوں نے ہمیشہ اسکی پر زور تائید و تصدیق کی۔ اسی لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم انکی بیحد تعریف و تحسین فرمایا کرتے تھے۔ سنہ ۷ بعد بعثت میں مشرکین قریش نے بنو ہاشم اور بنو مطّلب کو شِعب ابی طالب میں محصور کیا تو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا بھی اس ابتلا میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھیں۔ وہ پورے تین برس تک اس محصوری کے روح فرسا آلام اور مصائب بڑے حوصلے اور صبر کے ساتھ جھیلتی رہیں۔

سنہ ۱۰ بعد بعثت میں یہ ظالمانہ محاصرہ ختم ہوا لیکن اس کے بعد حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا زیادہ عرصہ حیات نہ رہیں۔ رمضان المبارک میں (یا اس سے کچھ پہلے) ان کی طبیعت ناساز ہوئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے علاج معالجہ اور تسکین و تشفّی میں کوئی وقیقہ اٹھانہ رکھا لیکن موت کا کوئی علاج نہیں۔ ۱۱ رمضان سنہ ۱۰ نبوّی کو انہوں نے پیک اجل کو لبّیک کہا اور مکہ کے قبرستان میں حجون میں دفن ہوئیں۔ اس وقت ان کی عمر تقریباً ۶۵ برس کی تھی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی وفات کا بے پناہ صدمہ ہوا اور آپ اکثر ملول رہنے لگے تا آنکہ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا سے آپ کا نکاح ہو گیا۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان سے اتنی محبت تھی کہ جب قربانی کرتے تو پہلے حضرت خدیجہ کی سہیلیوں کو گوشت بھیجتے اور بعد میں کسی اور کو دیتے۔ حضرت خدیجہ کا کوئی رشتہ دار جب کبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتا تو آپ اس کی بے حد خاطر مدارات فرمایا کرتے۔ رحلت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے بعد مدّت تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت تک گھر سے تشریف نہ لیجاتے جب تک حضرت خدیجہ کی اچھی طرح تعریف نہ کر لیتے۔ اس طرح جب گھر تشریف لاتے ان کا ذکر کر کے بہت کچھ تعریف فرماتے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حسب معمول حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی تعریف کرنی شروع کی مجھے رشک آیا میں نے کہا: ”یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! وہ ایک بڑھیا بیوہ عورت تھیں اللہ نے ان کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان سے بہتر بیوی عطا کی۔“ یہ سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ مبارک غصہ سے سرخ ہو گیا اور فرمایا:

”اللہ کی قسم مجھے خدیجہ سے اچھی بیوی نہیں ملی، وہ ایمان لائیں جب سب لوگ کافر تھے، اس نے مری تصدیق کی جب سب نے مجھے جھٹلایا، اس نے اپنا زر و مال مجھ پر قربان کر دیا، جب دوسروں نے مجھے محروم رکھا، اور اللہ نے مجھے اس کے بطن سے اولاد دی۔“

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں ڈر گئی اور اس روز سے عہد کر لیا کہ آئندہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کبھی خدیجہ الکبریٰ کو ایسا ویسا نہیں کہوں گی۔“

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو چھی اولادیں دین۔ سب سے پہلے قاسم پیدا ہوئے جو کمسنی میں انتقال کر گئے۔ پھر زینب رضی اللہ عنہا، ان کے بعد عبد اللہ، وہ بھی صغر سنی میں فوت ہو گئے (ان کا لقب

طیّب اور طاہر تھا)۔ پھر رقیّہ، پھر امّ کلثوم پھر فاطمہ الزّہرا رضی اللہ عنہا پیدا ہوئیں۔ حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے مناقب میں بہت سی احادیث مروی ہیں۔

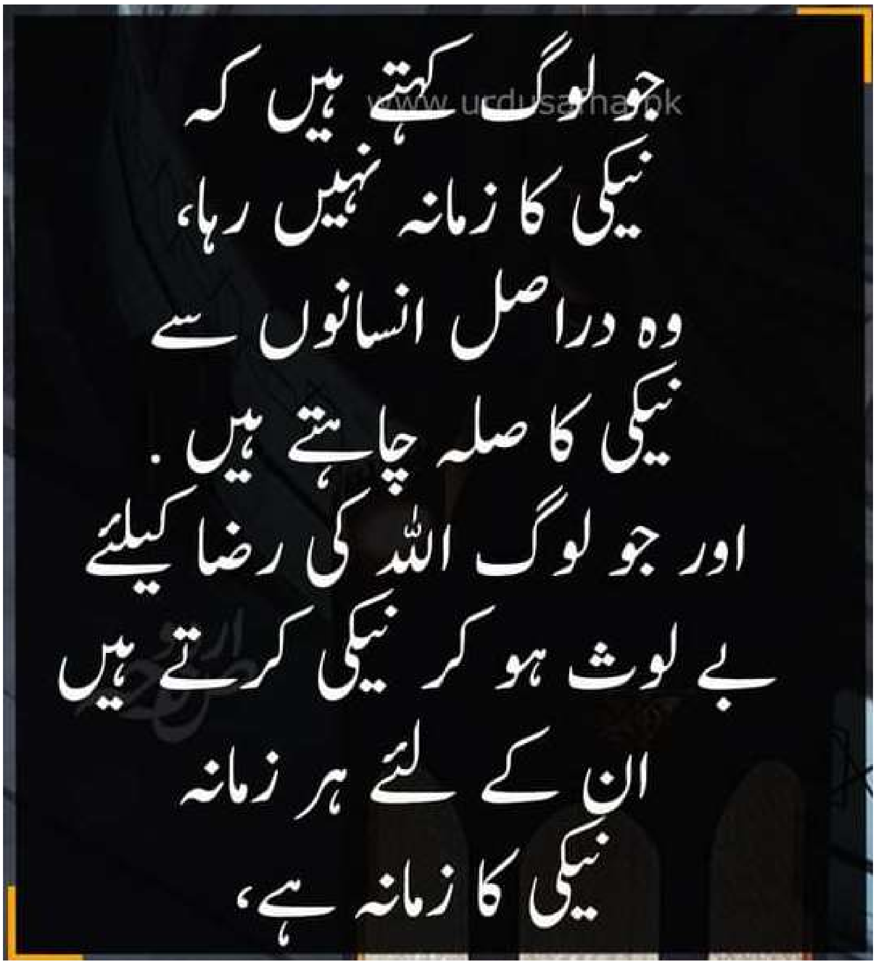

ایک سبق، ایک درس

بند دکان کے تھڑے پر بیٹھے دو بوڑھے آپس میں باتیں کرتے ہوئے ہنس ہنس کر لوٹ پوٹ ہو رہے تھے کہ ایک متجسس راہ گیر نے ان سے اتنا خوش ہونے کی وجہ پوچھ لی۔

ایک بوڑھے نے اپنی ہنسی پر قابو پاتے ہوئے بتایا:

"ہم نے ملک کے مسائل حل کرنے کے لیے ایک شاندار منصوبہ ڈھونڈ لیا ہے۔۔۔ اور وہ منصوبہ یہ ہے کہ ساری قوم کو جیل میں ڈال دیا جائے اور ان سب کے ساتھ ایک گدھا بھی جیل میں ڈالا جائے۔"

راہ گیر نے حیرت سے دونوں کو دیکھا اور پوچھا: "وہ تو ٹھیک ہے مگر ساتھ گدھے کو کیوں قید کیا جائے؟"

دونوں بوڑھوں نے فلک شگاف قہقہہ لگاتے ہوئے ایک دوسرے کو دیکھا، اور ایک بوڑھے نے دوسرے سے کہا:

"دیکھا رحیمے: آگیا یقین تجھے میری بات پر، میں نہیں کہتا تھا کہ یہ قوم اپنے بارے میں کبھی پریشان نہیں ہو گی، سب کو بس گدھے کی ہی فکر ہو گی...

نظم

وقت کے آئینے پر
میں اپنا چہرہ دیکھنا چاہتا ہوں
مگر بوڑھے خوابوں کی گرفت میں
سورج ڈوب گیا ہے
آسمان تک دھول اڑ رہی ہے
تازگی کو ترسا ہوا موسم ہے
دروازہ بے صدا ہے
گرد و بار دور تک پھیلا ہے
اب ہم اپنے خوابوں کو پورا نہیں کر سکتے
مٹی کے کھلونوں پر
رنگ برنگے پھول بناتے ہیں
اور اپنے دکھ خالی لباسوں کے ساتھ
صندوقوں میں بند کر دیتے ہیں

دلچسپ اور عجیب

کہتے ہیں دنیا میں عجائبات کی کمی نہیں ہے۔

حضرت آدم کی پیدائش سے لے کر آج تک تاریخ نے ہمیں نہ صرف عجیب و غریب واقعات وحادثات سے روشناس کروایا بلکہ کرۂ عرض پر موجود کچھ ایسی چیزیں بھی منظر عام پر آئیں جن کو دیکھ کر عقل دنگ رہ گئی اور ذی روح ورطۂ حیرت میں پڑ گئے کہ یہ سب کیسے ممکن ہو سکتا ہے؟ اس کی بہترین مثالیں دنیا کے سات عجائبات جن سے ہم سب ہی واقف ہیں۔ اس عجائبات میں دورِ جدید کے تقاضوں کو پورا کرتے ہوئے اگر ہم ٹیکنالوجی کا تڑکا بھی لگالیں تو مزا دوبالا ہو جاتا ہے۔

ایسے ہی ایک عجیب مگر خوب صورت اسٹرکچر آج میں آپ کو متعارف کرا رہی ہوں۔ یہ مقام یورپ کے مشہور ملک نیدرلینڈ (جسے ہالینڈ کے نام سے بھی جانا جاتا ہے) کے دوسرے بڑے شہر روٹرڈیم میں واقع ایک ہاؤسنگ اسکیم یعنی جدید طرز پر بناہوا ایک رہائشی منصوبہ ہے۔ دنیا اسے کیوب ہاؤسز کے نام سے جانتی ہے۔

سن 2016 کی سردیوں میں ہمارا یورپ جانے کا اتفاق ہوا۔ ہماری رہائش ایبیس نامی ایک مشہور انٹرنیشنل ہوٹل چین میں تھی جو کہ شہر کے بیچوں بیچ شہر کے دوسرے بڑے اسٹیشن روٹرڈیم اسٹیشن بلیک (Station Blaak) سے تین سے چار منٹ کی پیدل دوری پر واقع ہے۔ اس جگہ اور بھی کئی مشہور اور قابل ذکر تفریحی مقامات موجود ہیں۔ اسٹیشن بلیک پر کھڑے ہو کر اگر دیکھا جائے تو الٹے ہاتھ پر کیوب ہاؤسز، سیدھے ہاتھ پر مارکتھل (مارکٹ ہال) اور سیدھے ہاتھ پر ہی سامنے کی طرف ہوٹل ایبیس واقع ہے، جہاں تک پہنچنے کے لیے ایک چھوٹی سڑک پار کر کے گلیارے نما واک وے سے گزرنا پڑتا ہے۔

جیسا کہ آپ تصویروں میں دیکھ سکتے ہیں، کیوب ہاؤسز درحقیقت کیوب یعنی مکعب کی شکل میں بنے ہوئے جدید قسم کے گھر ہیں جو کہ نیدرلینڈ کے دو مختلف شہروں روٹرڈیم اور ہیلمونڈ میں بنائے گئے۔ ان گھروں کو تشکیل دینے والا ڈچ آرکیٹیک پڈ بلوم (Piet Blom) ہے، جس نے اپنے اسی تعمیراتی پراجیکٹ سے بہت شہرت پائی۔

کیوب ہاؤسز کو بنانے کا مقصد کم جگہ میں بہترین شہری سہولیات کے ساتھ رہائشی طرز کو متعارف کروانا تھا۔ بلوم کے تصوراتی اسٹرکچر کے مطابق اس نے کیوبز یعنی مکعب کو 45 ڈگری کے اینگل پر ہیکزاگونل کالمز (Hexagonal Pylon) کے اوپر تشکیل دیا (یہاں یہ بتانا لازم ہے کہ اسٹرکچرل انجینئرنگ کی رو سے کالم کسی بھی اسٹرکچر کا وہ عنصر ہوتا ہے جو کہ بھاری وزن اٹھانے کی صلاحیت رکھتا ہو۔

آپ نے اکثر گھروں کے تعمیراتی دورانیے میں سنا ہوگا کہ کالم کے اوپر چھت پڑنی ہے۔ اس کالم کا یہی مقصد کیوب ہاؤسز میں بھی رہا۔ پائلون ایک قسم کا کالم ہی ہوتا ہے جسے خوب صورتی یا ڈیکوریشن کے لیے استعمال کیا جائے یا کہیں اندر جانے کا راستہ فراہم کرنے کے لیے بنایا جائے۔

ہیلمونڈ میں پہلے 1974 میں تجرباتی طور پر یہ گھر تعمیر کیے گئے، جس جگہ پر یہ بنائے گئے اسے آرکیٹیکٹ کے اعزاز میں "پڑبلوم اسکوائر" کہا گیا۔ ہیلمونڈ میں کام یابی کے بعد روٹرڈیم میں یہی منصوبہ کوئی 40 گھروں کی شکل میں بنایا گیا، جن میں سے 38 کو اسمال کیوبز اور 2 کو سوپر کیوبز کا نام دیا گیا، کیوں کہ یہ اپنی طرز کا ایک نرالا شاہ کار ہے اس لیے سیاحوں اور تعمیرات میں دل چسپی رکھنے والوں کے لیے ایک سوپر کیوب کو باقاعدہ گھر کے طور پر فرنش کر کے آنے جانے والوں کو دکھانے کے لیے رکھا گیا۔

ہر گھر میں 3 منزلیں ہیں۔ زمینی منزل جہاں سے گھر میں داخل ہوں، پہلی منزل لونگ روم اور باورچی خانے کے لیے مختص، دوسری منزل پر بیڈ روم اور بیت الخلاء، چھت یا سب سے اوپری منزل۔ 2009 میں مشہور یورپین ہوسٹل چین نے سوپر کیوبز کو ہوسٹل میں تبدیل کر دیا۔ پڑبلوم کے تخیل کو سراہتے ہوئے کینیڈا کے دو آرکیٹیکٹس نے بھی 1996 میں یہی اسٹرکچر ایسٹرن ایوینو میں 3 کیوب ہاؤسز کی شکل میں تشکیل دیے جن کی زمین بعد ازاں 2018 میں فروخت کر دی گئی۔ اس امید کے ساتھ کہ ان اسٹرکچرل ہاؤسز کو کہیں محفوظ طریقے سے منتقل کر دیا جائے گا۔

جب ہم نے انہیں پہلی بار دور سے دیکھا تو بھورے اور پیلے رنگ کے خوب صورت امتزاج میں ایسا لگا کہ گویا کسی نے بہت سارے ڈبوں کو بڑی ترتیب سے لڑکھڑاتی ہوئی حالت میں ہوا میں معلق کر دیا ہو اور ابھی دیکھتے ہی دیکھتے یہ سارے ایک ایک کر کے پلٹ کے گر جائیں گے۔ ساتھ ہی ایک بھورے رنگ کا چو مکھی مجسمے نما ٹاور شان سے کھڑا تھا اور اس کے ساتھ بنی نسبتاً چھوٹی عمارت سے نکلنے والے پیلے رنگ کے بڑے بڑے پائپ (جو شاید سیوریج یا یوٹیلیٹیز کے رہے ہوں گے) اس جگہ کی رنگینی کو مزید چار چاند لگا رہے تھے۔

اسٹیشن سے ذرا پہلے ایک سفید رنگ کا ٹرس (میٹل کی بنی ہوئی گولائی میں لگی آرچ جو تصویروں میں بھی واضح ہے) لگا ہے اور اس کے بالکل پیچھے کیوب ہاؤسز کے ماتھے پر آپ پرانے زمانے کی قد آدم گھڑی بھی دیکھ سکتے ہیں جو نہ چاہتے ہوئے بھی گزرنے والوں کی توجہ اپنی طرف مبذول کرا لیتی ہے۔ الغرض اس جگہ کا اپنا ایک عجیب حسن ہے۔ ان گھروں کی بناوٹ کی مزید ٹیکنیکی تفصیلات انٹرنیٹ پر موجود ہیں۔ اپنے اندر حُسن اور حیرت سمیٹے یہ عمارتیں دیکھنے سے تعلق رکھتی ہیں۔

قرآن اور سائنس متصادم؟

سائنس کسے کہتے ہیں؟ اس سوال کے ماہرین کے مطابق یہ طبیعی کائنات کا غیر جانبدارانہ مشاہدہ اور اس سے متعلق بنیادی حقائق کا مطالعہ، جاننے اور سیکھنے کے علوم کا نام سائنس ہے۔ یہ مشاہدے سے دریافت ہونے والے نتائج یا علمی حقائق کو مرتب اور منظم کرنے کا علم ہے۔ یہ تجرباتی علوم و حکمت یا فطری و طبیعی مظہر کا باقاعدہ علم یا ایسی سچائی ہے جو مشاہدہ، تجربہ یا استقرائی منطق سے حقیقت کے کسی پہلو کا باقاعدہ مطالعہ ہے۔ خلاصہ یہ کہ سائنس علم، معلومات، مشاہدے و تجربے، حقائق کے غیر جانبدارانہ مطالعے، استقرائی منطق سے حقیقتِ واقعہ تک رسائی سے عبارت ہے۔ کیا مذہب کو بھی ان چیزوں سے کوئی سروکار ہے یا نہیں۔

قرآن کا مطالعہ کرنے والا ایک عام قاری بھی محسوس کر سکتا ہے کہ قرآن اپنے قاری سے کثرت اور تکرار کے ساتھ علم، مشاہدے، تدبّر و تفکّر، جاننے، سیکھنے، علم حاصل اور حقائق کے مثبت و غیر جانبدارانہ مطالعہ کا مطالبہ کرتا ہے۔ قرآن کے مطابق انسان کو اس کی تخلیق کے بعد سب سے پہلے علم الاشیا کی بنیاد پر فرشتوں پر فضیلت بخشی گئی۔

فرمانِ خداوندی:

"اور (وہ وقت یاد کرنے کے قابل ہے) جب تمہارے پروردگار نے فرشتوں سے فرمایا کہ میں زمین میں (اپنا) نائب بنانے والا ہوں۔ انہوں نے کہا۔ کیا تُو اس میں ایسے شخص کو نائب بنانا چاہتا ہے جو خرابیاں کرے اور کشت و خون کرتا پھرے اور ہم تیری تعریف کے ساتھ تسبیح و تقدیس کرتے رہتے ہیں۔ (اللہ نے) فرمایا میں وہ باتیں جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔ اور اس نے آدم کو سب (چیزوں کے) نام سکھائے پھر ان کو فرشتوں کے سامنے کیا اور فرمایا کہ اگر تم سچے ہو تو مجھے ان کے نام بتاؤ۔ انہوں نے کہا، تو پاک ہے۔ جتنا علم تو نے ہمیں بخشا ہے، اس کے سوا ہمیں کچھ معلوم نہیں۔ بے شک تو دانا (اور) حکمت والا ہے۔ (تب) اللہ نے (آدم کو) حکم دیا کہ آدم! تم ان کو ان (چیزوں) کے نام بتاؤ۔ جب انہوں نے ان کو ان کے نام بتائے تو (فرشتوں سے) فرمایا کیوں میں نے تم سے نہیں کہا تھا کہ میں آسمانوں اور زمین کی (سب) پوشیدہ باتیں جانتا ہوں اور جو تم ظاہر کرتے ہو اور جو پوشیدہ کرتے ہو (سب) مجھ کو معلوم ہے (البقرہ)

سب سے پہلے علم و تعلم کی اہمیت اجاگر کی۔ اس کے نزول کی ابتدا ہی علم و تعلیم سے متعلق آیات سے ہوئی۔ (اے محمد ﷺ) اپنے پروردگار کا نام لے کر پڑھو جس نے (عالم کو) پیدا کیا۔ جس نے انسان کو خون کی پھٹکی سے بنایا۔ پڑھو اور تمہارا پروردگار بڑا کریم ہے جس نے قلم کے ذریعے سے علم سکھایا۔ اور انسان کو وہ باتیں سکھائیں جس کا اس کو علم نہ تھا۔ (العلق)

اس نے واضح کیا کہ علم والے اور بے علم برابر نہیں ہوسکتے۔ کہو بھلا جو لوگ علم رکھتے ہیں اور جو نہیں رکھتے دونوں برابر ہوسکتے ہیں؟(الزمر)

علم والے اللہ کے ہاں صاحبانِ فضل و کمال ہیں۔ اور جن کو علم عطا کیا گیا ہے اللہ ان کے درجے بلند کرے گا۔(المجادلہ:11)

اللہ تعالیٰ سے وہی لوگ ڈرتے ہیں جو اہلِ علم ہیں. اللہ سے تو اس کے بندوں میں سے وہی ڈرتے ہیں جو صاحب علم ہیں۔ (الفاطر)

جہاں تک مشاہدے، تجربے، تدبر فی الخلق کے ذریعے حقیقت تک رسائی کا تعلق ہے تو قرآن میں اس قدر زور دیا گیا ہے کہ اس کے مقدس اوراق میں سے کم ہی اس سے خالی ہوں گے۔ قرآن کے نقطہ نظر سے ذکرِ خداوندی کی ترجیحی اہمیت محتاج دلیل نہیں لیکن اس کے نزدیک اس کے ساتھ بھی تدبر لازم ہے۔ وہ اصل اہل ذکر انہی کو مانتا ہے جو ذکرِ الٰہی کے ساتھ ساتھ تخلیق ارض و سما میں غور و فکر جاری رکھتے ہیں۔ جو کھڑے اور بیٹھے اور لیٹے (ہر حال میں) اللہ کو یاد کرتے اور آسمان اور زمین کی پیدائش میں غور کرتے (اور کہتے ہیں) کہ اے پروردگار! تونے اس (مخلوق) کو بے فائدہ نہیں پیدا کیا تو پاک ہے تو (قیامت کے دن) ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچائیو. (آل عمران)

ایک عام آدمی بھی جانتا ہے کہ سائنسدان جانوروں، زمین و آسمان اور پہاڑوں وغیرہ کی ساخت پر اور ان سے متعلق دیگر امور پر تحقیقات پیش کرتے ہیں۔ قرآن پکار پکار کر کہہ رہا ہے کہ ان چیزوں میں بلاشبہ اللہ تعالیٰ کی نشانیاں ہیں اور انسانوں کو ترغیب دیتا ہے کہ وہ اس سلسلہ میں مشاہدہ اور تفکر و تدبر سے کام لیں۔ اور آسمان کی طرف کہ کیسا بلند کیا گیا ہے۔ اور پہاڑوں کی طرف کہ کس طرح کھڑے کیے گئے ہیں۔ اور زمین کی طرف کہ کس طرح بچھائی گئی۔(الغاشیہ)

کیا انہوں نے اپنے اوپر آسمان کی طرف نگاہ نہیں کی کہ ہم نے اس کو کیونکر بنایا اور (کیونکر) سجایا اور اس میں کہیں شگاف تک نہیں (ق)

مشاہدہ اور تدبر فی الخلق کی اہمیت کے پیش نظر قرآن نے ان لوگوں کو حیوانوں سے بھی بدتر اور جہنمی قرار دیا ہے، جو اپنے قوائے حسی کو مشاہدۂ فطرت اور ذہنوں کو تفکر و تدبر کیلئے استعمال نہیں کرتے۔ اور ہم نے بہت سے جن اور انسان دوزخ کیلئے پیدا کیے ہیں۔ ان کے دل ہیں لیکن ان سے سمجھتے نہیں اور ان کی آنکھیں ہیں مگر ان سے دیکھتے نہیں اور ان کے کان ہیں پر ان سے سنتے نہیں۔ یہ لوگ بالکل چارپایوں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی بھٹکے ہوئے۔ یہی وہ ہیں جو غفلت میں پڑے ہوئے ہیں (الاعراف)

قرآن کی دعوتِ فکر و تدبر کے ضمن میں یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ قرآن نے کسی مظہرِ فطرت کو دیکھ کر اس پر غور و فکر کیے بغیر آگے گزر جانے کو نافرمانوں کی نشانی بتایا ہے۔ اور آسمان و زمین میں بہت سی نشانیاں ہیں جن پر یہ گزرتے

ہیں اور ان سے اعراض کرتے ہیں۔(یوسف)

اشیا کو ان کی اصلی حالت میں دیکھنے اور مشاہدے کے نتائج میں غلطی سے بچنے کیلئے قرآن بہ تکرار صحیفۂ فطرت کے مطالعہ کی دعوت دیتا ہے مثلاً ایک جگہ ارشاد ہے:(اللہ) جس نے تہ بہ تہ سات آسمان بنائے، تم رحمان کی تخلیق میں کسی قسم کی بے ربطی نہ پاؤ گے، پھر پلٹ کر دیکھو، کہیں تمہیں کوئی خلل نظر آتا ہے؟ بار بار نگاہ دوڑاؤ، تمہاری نگاہ تھک کر، نامراد پلٹ آئے گی۔(الملک)

یہاں قرآن بار بار نگاہ ڈالنے اور غور و فکر کرنے پر زور دے رہا ہے۔ سائنسی زبان میں یہی چیز مشاہدہ (آبزرویشن) اور تجربہ کہلاتی ہے۔ کسی چیز کا بار بار مشاہدہ کرنے اور حالات بدل بدل کر یعنی تجربہ کر کے مطالعہ کرنے اور غور و فکر کر کے گہرے نتائج اخذ کرنے کو سائنسی تحقیق کہا جاتا ہے۔ تجربہ اور مشاہدہ کی انتہائی اہمیت اس لیے بھی ہے کہ اس سے ربِ کریم کی قدرتِ کاملہ پر ایمان مضبوط اور اطمینانِ قلب نصیب ہوتا ہے چنانچہ مشاہدہ تجربہ اور تدبر فی الخلق کے اعتبار سے بھی قرآن اور سائنس میں ایک واضح تعلق نظر آتا ہے۔

اس حقیقت سے انکار نہیں کہ قرآن سائنس کی کتاب نہیں، اس کا اصل اور بنیادی کام انسان کی ہدایت ہے تاہم وہ جہاں انسان کو اللہ کی معرفت کا درس دیتا ہے وہاں اللہ کی کبریائی، خلاقیت اور علم و قدرت وغیرہ کے اظہار کیلئے اور اپنے دعوؤں کی حقانیت کے ثبوت میں کائنات اور اس میں کارفرما قوانین طبیعی سے تعرض کرتے ہوئے ان کے کسی نہ کسی پہلو کو بطورِ دلیل پیش کرتا ہے اور ساتھ ہی ساتھ کائنات اور اس کے مظاہر کے مشاہدے اور مطالعے کی دعوت دیتا ہے۔ گویا حقیقت تک رسائی کیلئے جن چیزوں پر سائنس کا انحصار ہے، قرآن بھی سچائی تک پہنچنے کی غرض سے انہی چیزوں کو ذریعہ بنانے کو کہتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ فلاسفہ، علمائے دین اور اہل سائنس کے نمایاں اور بڑے بڑے افراد نے مذہب اور سائنس کے تصادم کے تصور کا رَد کیا اور ان کی قربت کا اثبات کیا ہے مثلاً معرکہ آراء سائنسی نظریہ "اضافیت" (ریلیویٹی) پیش کرنے والا، بیسویں صدی کا سب سے بڑا سائنسدان آئن اسٹائن کہتا ہے: "سائنسی تحقیق آدمی میں ایک خاص قسم کے مذہبی احساسات پیدا کرتی ہے، یہ ایک طرح کی عبادت ہے۔ میرے لیے راسخ ایمان کے بغیر اصلی سائنس دان کا تصور محال ہے"۔ معروف فرانسیسی سائنس دان، فزیشن، ماہر امراضِ قلب اور فرانس کی میڈیکل ایسوسی ایشن کے سابق صدر ڈاکٹر موریس بکائی لکھتے ہیں: "اس میں کوئی تعجب نہیں ہونا چاہیے کہ اسلام نے مذہب اور سائنس کو ہمیشہ جڑواں بہنیں تصور کیا ہے۔ آج بھی، جبکہ سائنس ترقی کی انتہاؤں کو چھو رہی ہے، وہ ایک دوسرے کے قدم بقدم ہیں"۔

میں ان سائنس مخالف دوستوں کی خدمت میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اگر وہ تحقیق کی تھوڑی سی زحمت بھی گوارا کریں اور تعصب کی عینک اتار کر دیکھیں تو انہیں معلوم ہو گا کہ مذہب اور سائنس کی قربت کا قائل صرف ڈاکٹر موریس بکائی نہیں، دنیا کے اکثر سائنسدان ہیں حتیٰ کہ آپ کو شاید ہی کوئی ایسا معتبر سائنسدان ملے جو مذہبی ذہن نہ رکھتا ہو۔ آئزک نیوٹن جیسے دنیائے

سائنس کا سب سے بڑا نام سمجھا جاتا ہے، دہریت کی مخالفت اور مذہب کے دفاع میں زوردار مضامین لکھتا رہا ہے۔ اس نے اپنی متعدد تحریروں میں ببانگ دہل اقرار کیا ہے کہ یہ کائنات اللہ کے وجود کی ناطق شہادت ہے۔ فرانسس بیکن، جو سائنسی طریق تحقیق کے بانیوں میں سے ہے، سائنس اور مطالعہ فطرت کو کلامِ اللہ کے بعد ایمان کا سب سے ثقہ ثبوت قرار دیتا ہے۔ مشاہدۂ فلک کیلئے پہلے پہل ٹیلی اسکوپ استعمال کرنے والا مشہور سائنسدان گلیلیو کہتا ہے کہ یہ کائنات اوراس کے سارے حقائق اللہ کے تخلیق کردہ ہیں، کائنات اللہ کی تحریر کردہ دوسری کتاب ہے، لہٰذا سائنس اور عقیدہ و مذہب کبھی ایک دوسرے سے متصادم نہیں ہوسکتے۔ جدید علمِ فلکیات کا بانی کیپلر سائنس کی طرف آیا ہی اپنے مذہبی رجحانات کی بنا پر تھا، اس نے واضح کیا ہے کہ اس نے اپنی سائنسی دریافتوں سے اللہ کو جانا ہے۔

یہ تو سائنسدانوں کے خیالات تھے۔ جہاں تک علمائے اسلام کا تعلق ہے ان کے حوالے اس سے بھی زیادہ پیش کیے جاسکتے ہیں لیکن اختصار کو ملحوظ رکھتے ہوئے میں صرف دو حوالوں پر اکتفا کروں گا، ایک علامہ اقبال کا، جو فلسفہ اور علم دین دونوں میں مسلمہ حیثیت اور جدید مغربی تہذیب کے بہت بڑے ناقد ہیں اور دوسرا مولانا سید مودودی کا، جو بیسویں صدی کے دوران مسلمانانِ برصغیر میں مغربی تہذیب و اقدار کے مقابلہ میں اسلامی تہذیب اقدار پر اعتماد پیدا کرنے اوراحیائے اسلام کے حوالے سے ایک اہم اور نمایاں مصنف اور جانے پہچانے عالمِ دین ہیں۔ موخر الذکر رقمطراز ہیں: ”حقیقت یہ ہے کہ سائنس کا کوئی شعبہ ایسا نہیں ہے جو انسانوں کے دل میں ایمان کو گہری جڑوں سے راسخ کرنے والا نہ ہو۔

فزکس، کیمسٹری، بیالوجی، اناٹومی، اسٹرانومی غرض جس علم کو بھی دیکھیں اس میں ایسے حقائق سامنے آتے ہیں جو انسان کو پکا اور سچا مومن بنادینے کیلئے کافی ہیں۔ سائنس کے حقائق سے بڑھ کر آدمی کے دل میں ایمان پیدا کرنے والی کوئی دوسری چیز نہیں ہے۔ یہی تو وہ آیاتِ الٰہی ہیں جن کی طرف قرآن بارہا توجہ دلاتا ہے“۔ مقدم الذکر کہتے ہیں: ”واقعہ یہ ہے کہ مذہبی اور سائنس، مختلف طریق کار اپنانے کے باوجود، اس اعتبار سے بالکل ایک ہیں کہ دونوں کا مطمع نظر حقیقتِ واقعہ تک رسائی ہے“۔

جب یہ بات واضح ہوگئی کہ قرآن کی دعوتِ مطالعۂ فطرت اور انفس و آفاق سائنس کی ترقی میں بنیادی اوراہم کردار ادا کرنے والی چیزیں ہیں، مذہب سائنس کی راہ میں رکاوٹ نہیں بلکہ اس کو مہمیز لگاتا ہے اوراس حقیقت کا اعتراف دنیا کے عظیم سائنس دانوں اور مفکرین نے واضح الفاظ میں کیا ہے تو اس خیال کی بھی آپ سے آپ تردید ہوگئی کہ اسلامی فکر و تہذیب کا سائنس کی ترقی میں کوئی کردار نہیں لہٰذا اس پر مزید تفصیلی دلائل کی حاجت نہیں البتہ اس تصور کا بودا پن متحقق کرنے کی غرض سے اس پر بطورِ خاص چند سطور صَرف کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے۔

یہ حقیقت مسلم اور غیر مسلم محققین نے عام تسلیم کرلی ہے کہ قرونِ وسطیٰ کے مسلمانوں کی سائنسی ترقی قرآن وحدیث کے مشاہداتی و تجرباتی اندازِ نظر کو اپنانے پر زور دینے کی بناپر تھی، اور متعدد سائنسی دریافتیں مختلف شرعی احکام اور تقاضوں کا نتیجہ

تھیں، مثلاً الجبرا کو اسلامی قانونِ وراثت اور فلکیات، جغرافیہ، جیومیٹری اور ٹرگنو میٹری کو سمت قبلہ اور اوقاتِ نماز معلوم کرنے کی اسلامی تقاضوں کے تحت ترقی ملی۔ ابن النفیس نے بخاری کی حدیث "اللہ نے کوئی مرض ایسا پیدا نہیں کیا، جس کی دوا پیدا نہ کی ہو" کو اپنی عظیم سائنسی دریافتوں کی بنیاد بنایا تھا۔ اس نے خون کی دل سے پھیپھڑوں کی طرف حرکت کو دریافت کیا اور اپنی اس تحقیق کو حشر اجساد کے روایتی اسلامی تصور کی تائید میں پیش کیا۔ مسلم کیمیا گری اور علم نجوم کے محرکات بھی مذہبی تھے۔ قرآن و حدیث کے ساتھ ساتھ ان اسلامی ذرائع علم کے مستند ماہرین (علمائے دینیات) کے افکار و تحریرات نے بھی مختلف سائنسی علوم کی تحریک پیدا کی۔ مثال کے طور پر طبِ اسلامی میں سرجری اور تشریح الاعضا پر امام غزالی کی تصنیفات کے اثرات ہیں جنہوں نے ان علوم کو تخلیقاتِ ربّانی کے ادراک کیلئے استعمال کرنے پر زور دیا۔ پندرہویں صدی کے مسلم ماہر کونیات علی القوشجی نے ارسطاطالیسی تصورِ سکونِ زمین کو غزالی وغیرہ ایسے عظیم مسلم ماہرینِ علومِ دین کی تنقید ارسطو سے تحریک پا کر رَد کیا تھا۔ امام غزالی نے خود ارسطو کے تصور کائنات کو رَد کرتے ہوئے تعددِ عوالم کا تصور پیش کیا۔

قرآن علمی سطح پر ہمیں ایسے خزانے عطا کر سکتا ہے جن کے عشر عشیر سے بھی دیگر صحائف اور علوم کے اوراق خالی ہیں۔ آج دنیا کو قرآن کے لازوال علمی سرچشمہ کی تلاش ہے اور وہ جتنا جلد اس کو پالے اس کیلئے بہتر ہو گا۔ دنیا میں آج بھی ایسے لوگوں کی بڑی تعداد موجود ہے جو کائناتی نظام کے بارے میں اپنے منفرد افکار و نظریات رکھتے ہیں۔ ایسے لوگ ہر جگہ پائے جاتے ہیں لیکن سنجیدہ علمی حلقوں میں ان کی گفتگو سننا تک گوارا نہیں کیا جاتا۔ ایسا کیوں ہے؟ اس کا سبب یہ ہے کہ گزشتہ صدی کے اواخر سے علمی حلقوں میں کسی بھی مفروضہ یا تجربہ کے درست ہونے، نہ ہونے کیلئے ایک اصول تنقیح برِبنائے تغلیط متعین کر دیا گیا۔ اہلِ علم کے الفاظ میں وہ زریں اصول یہ ہے: اگر تمہارے پاس صرف کوئی تھیوری ہے تو براہِ مہربانی اسے سمجھانے میں ہمارا وقت ضائع نہ کرو، البتہ اگر تمہارے پاس اس تھیوری کی صحت و عدمِ صحت کو ثابت کرنے کا کوئی عملی طریقہ موجود ہے تو ہم سننے کیلئے تیار ہیں۔" اسی معیار کے اتباع میں علمی حلقوں نے صدی کے آغاز میں آئن سٹائن کی پذیرائی کی، آئن سٹائن نے ایک نئی تھیوری (نظریہ مناسبت) پیش کی اور کہا: میرا ماننا ہے کہ کائنات اس ترتیب پر چل رہی ہے، تمہارے پاس میرے نظریہ کو غلط یا صحیح جانچنے کے تین راستے ہیں۔" اور پھر چھ سال کی مختصر مدت میں اس کے نظریے نے تینوں راستوں کو کامیابی کے ساتھ عبور کر لیا۔ اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ فی الواقع آئن سٹائن کوئی عظیم انسان تھا، البتہ اتنا ضرور ثابت ہوتا ہے کہ وہ اس لائق تھا کہ اس کی بات کو بغور سنا جائے۔

اسلام، اسلامی تہذیب اور اہل اسلام کے دنیائے سائنس میں غیر معمولی کردار کو مغربی اہلِ علم و قلم، جو بالعموم اسے ماننے میں تعصب میں مبتلا ہوتے ہیں، نے بھی نہایت واضح لفظوں میں تسلیم کیا ہے۔ مثلاً رابرٹ بریفالٹ لکھتا ہے: مسلمانوں نے یونانیوں سے کہیں بڑھ کر تجربات پر زور دیا۔ ول ڈیوراں اقرار کرتا ہے کہ مسلم کیمیادان علم کیمیا کے بانی ہیں۔ یورپ کو سائنسی طریق تحقیق سے متعارف کرانے والا مشہور مغربی سائنسدان راجر بیکن بھی مسلم سائنسدانوں سے متاثر تھا۔ یہ اور اس نوع کے دیگر لاتعداد واضح شواہد کے ہوتے ہوئے سائنسی ترقی میں اسلامی فکر و تہذیب کے کردار کا انکار، حق کا منہ چڑانے کے مترادف ہے۔

★

پوری قوم پاگل ہے

پاگل پن نمبر ۱

لاکھوں روپے کی حفاظت کے لیے بنک 15000 روپے ماہانہ تنخواہ پر گارڈر کھتا ہے ۔

پاگل پن نمبر ۲

ان پڑھ قوم کے لیے ٹینکر پہ بچاؤ کی ہدایات انگریزی میں لکھتے ہیں ۔

ہائیلی انفلیمیبل ۔۔

پاگل پن نمبر ۳

سڑک پہلے بناتے ہیں۔ پھر اسے کھود کر بجلی، گیس کی لائنیں بچھاتے ہیں ۔

پاگل پن نمبر ۴

مسجدوں سے بجلی کے بل میں ٹی۔ وی لائیسنس کی فیس وصول کرتے ہیں ۔

پاگل پن نمبر۵

حادثات میں مرنے، جلنے والوں کے ورثا کو کروڑوں بانٹ دیں گے، مگر حادثات کی روک تھام، سزا جزا اور ایمرجنسی سے نمٹنے پر ٹکہ خرچ نہیں کریں گے ۔

پاگل پن نمبر ٦

خود قرضے پہ قرضہ لیتے رہتے ہیں اور عوام کو بچت اسکیموں کی ترغیبیں دیتے ہیں کھلاڑیوں کو لاکھوں روپے گھر بیٹھے اور بچوں کو لیپ ٹاپ دیتے ہیں۔

پاگل پن نمبر ۷

عید الفطر۔۔۔ عید الاضحی۔۔ ربیع الاول۔۔ گیارہویں۔۔ شادی بیاہ۔۔ سب اسلامی چاند دیکھ کر مناتے ہیں اور عیسوی سال کے آغاز پر اتنی خوشی کا اظہار کرتے ہیں کہ عیسائی بھی حیرت زدہ رہ جاتے ہیں۔

پاگل پن نمبر ۸

مایوں۔۔۔ مہندی۔۔۔ شادی بیاہ۔۔۔ سب میں ہندوستانی کی پیروی اور بیٹی کی رخصتی پر قرآن کا سایہ کرتے ہیں

* کہاں تک سنو گے۔۔۔ کہاں تک سناؤں۔۔۔۔؟

شمشیر بے نیام

وہ مسافر عرب کے صحرا میں اکیلا چلا جار ہا تھا ۸ ہجری کے زمانے میں عرب کا وہ علاقہ جہاں مکہ اور مدینہ واقع ہے بڑا ہی خوفناک صحرا ہوا کرتا تھا۔ جلتا اور انسانوں کو جھلساتا ہوا ریگزار ایک تو صحرا کی اپنی صعوبتیں تھیں دوسرا خطرہ رہزنوں کا تھا۔ مسافر قافلوں کی صورت میں سفر کیا کرتے تھے لیکن یہ مسافر اکیلا چلا جا رہا تھا۔ وہ اعلیٰ نسل کے جنگی گھوڑے پر سوار تھا۔ اس کی زرہ گھوڑے کی زین کے ساتھ بندھی ہوئی تھی۔ اس کی کمر سے تلوار لٹک رہی تھی اور اس کے ہاتھ میں برچھی تھی۔ اس زمانے میں مردوں کے قد دراز، سینے چوڑے اور جسم گٹھے ہوئے ہوتے تھے، یہ اکیلا مسافر بھی انہی مردوں میں سے تھا۔ لیکن جس انداز سے وہ گھوڑے کی پیٹھ پہ بیٹھا تھا۔ اس سے پتہ چلتا تھا کہ وہ شہ سوار ہے اور وہ کوئی معمولی آدمی نہیں، اس کے چہرے پہ خوف کا ہلکا سا بھی تاثر نہیں تھا کہ رہزن اسے لوٹ لیں گے، اس سے اتنی اچھی نسل کا گھوڑا چھین لیں گے اور اسے پیدل سفر کرنا پڑے گا لیکن اس کے چہرے پر جو تاثر تھا وہ قدرتی نہیں تھا۔ وہ کچھ سوچ رہا تھا، یادوں سے دل بہلا رہا تھا یا کچھ یادوں کو ذہن میں دفن کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ آگے ایک گھاٹی آگئی۔ گھوڑا چڑھتا چلا گیا۔ خاصی بلندی پر جا کر زمین ہموار ہوئی۔ سوار نے گھوڑا روک کر اسے گھمایا اور رکابوں پر کھڑے ہو کر پیچھے دیکھا۔ اسے مکہ نظر نہ آیا۔ مکہ افق کے نیچے چلا گیا تھا۔ "ابو سلیمان!" اسے جیسے آواز سنائی دی ہو۔ "اب پیچھے نہ دیکھو، مکہ کو ذہن سے اتار دو، تم مردِ میدان ہو اپنے آپ کو دو حصوں میں نہ کٹنے دو، اپنے فیصلے پر قائم رہو، تمہاری منزل مدینہ ہے۔" اس نے مکہ کی سمت سے نگاہیں ہٹا لیں۔ گھوڑے کا رخ مدینہ کی طرف کیا اور باگ کو ہلکا سا جھٹکا دیا۔ گھوڑا اپنے سوار کے اشارے سمجھتا تھا۔ نپی تلی چال چل پڑا سوار کی عمر ۴۳ برس تھی لیکن وہ اپنی عمر سے جوان لگتا تھا۔ "سلیمان اس کے بیٹے کا نام تھا۔ اس کے باپ کا نام "ابو ولید" تھا لیکن سوار نے "خالد بن ولید" کے بجائے "ابو سلیمان" کہلانا زیادہ پسند کیا۔ اسے معلوم نہ تھا کے تاریخ اسے "خالد بن ولید" کے نام سے یاد رکھے گی اور یہ نام اسلام کی عسکری روایات اور جذبے کا دوسرا نام بن جائے گا۔ مگر ۴۳ برس کی عمر میں جب خالد مدینے کی طرف جا رہا تھا اس وقت وہ مسلمان نہیں تھا۔ چھوٹی چھوٹی جھڑپوں کے علاوہ وہ مسلمانوں کے خلاف دو بڑی جنگیں "جنگ احد" اور "جنگ خندق" لڑ چکا تھا۔ جب رسول کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم پر ۶۱۰ء بروز سوموار پہلی وحی نازل ہوئی اس وقت خالد کی عمر ۲۴ سال تھی۔

★

اس وقت تک وہ اپنے قبیلے بنو مخزوم کی عسکری قوت کا قائد بن چکا تھا۔ بنو مخزوم کا شمار قریش کے چند ایک معزز خاندانوں میں ہوتا تھا۔ قریش کے عسکری امور اسی خاندان کے سپرد تھے۔ قریش خالد کے باپ الولید کے احکام اور فیصلے مانتے تھے۔ ۲۴ برس کی عمر میں یہ حثیت خالد کو بھی حاصل ہو گئی تھی مگر اس حیثیت کو ٹھکرا کر خالد ابو سلیمان مدینے کو جا رہا تھا۔ کبھی وہ محسوس کرتا جیسے اس کی ذات سے کوئی قوت سے پیچھے کو گھسیٹ رہی ہو۔ جب وہ اس قوت کے اثر کو محسوس کرتا تو اس کی گردن پیچھے کو مڑ جاتی لیکن اس کی اپنی ذات سے ایک آواز اٹھتی۔ "آگے دیکھ خالد! تو ولید کا بیٹا تو ہے لیکن وہ مر گیا ہے اب تو سلیمان کا باپ ہے۔ وہ زندہ ہے"۔ اس کے ذہن میں دو نام اٹک گئے "محمد (رسول کریم ﷺ) جو ایک نیا دین لے کر آئے تھے اور الولید" جو خالد کا باپ اور محمد ﷺ اور آپ ﷺ کے نئے دین کا بہت بڑا دشمن تھا۔ باپ یہ دشمنی ورثے کے طور پہ خالد کے حوالے کر کے دنیا سے اٹھ گیا تھا۔ خالد کے گھوڑے نے پانی کی مشک پر اپنے ہی آپ رخ بدل لیا تھا۔ خالد نے ادھر دیکھا اسے گول دائرے میں کھجوروں کے درخت اور صحرا کے جھاڑی نما درخت نظر آئے گھوڑا ادھر ہی جا رہا تھا۔ نخلستان میں داخل ہو کر خالد گھوڑے سے کود گیا۔ عمامہ اتار کر وہ پانی کے کنارے دو زانو ہو گیا۔۔ اس نے پانی چلو بھر بھر کر اپنے سر پر ڈالا اور دو چار چھینٹے منہ پر پھینکے۔ اس کا گھوڑا پانی پی رہا تھا۔ خالد نے اس چشمہ سے پانی پیا جو صرف انسانوں کے استعمال کے لئے تھا۔ یہ ایک چھوٹا سا جنگل تھا۔

(جاری ہے۔۔۔۔۔)

نانی اماں کے ٹوٹکے

ہر سال کی طرح اس سال بھی مریم اور احمد اپنی گرمیوں کی چھٹیاں اپنی نانی کے گھر گزارنے گئے ہوئے تھے۔ انھیں نانی اماں کے گھر بہت لطف آتا تھا۔ ماموں جان کے بچے بھی پورے سال اسی انتظار میں رہتے کہ کب چھٹیاں ہوں گی اور کب مریم اور احمد لاہور آئیں گے۔

مریم اور احمد کے آتے ہی گھر میں رونق لگ گئی۔ روزانہ سب بچے خوب کھیلتے اور پھر نانی اماں سے ڈھیروں کہانیاں سنتے۔ آج جب بچے کھیل کود کر نانی اماں کے پاس بیٹھے تو احمد کچھ تھکا تھکا سا لگ رہا تھا۔ ممانی جان نے احمد کو مشورہ دیا کہ وہ آرام کر لے، لیکن احمد کا دل تو کھیل میں تھا اور زاہد کے ساتھ کیرم کھیلنے لگا۔

اچانک مریم کی نظر احمد پر پڑی۔

اور اس نے اندازہ لگایا کہ اس کی طبیعت کچھ ٹھیک نہیں۔

دیکھتے ہی دیکھتے احمد نے کھانسنا شروع کر دیا اور کھانس کھانس کر بے چارے احمد کا بُرا حال ہو گیا۔

مریم اسے دیکھ کر پریشان ہو رہی تھی۔

اتنے میں نانی اماں کمرے میں داخل ہوئی اور بولیں: "کیا ہوا بچو! کون اتنی بُری طرح کھانس رہا ہے؟"

مریم نے فوراً نانی اماں کو بتایا۔ نانی اماں نے مریم کی پریشانی دیکھتے ہوئے سوچا کہ احمد کے علاج کے لئے کوئی گھریلو ٹوٹکا آزمانا چاہیے۔

نانی اماں نے فوراً چائے کا ایک چمچ شہد لیا اور اس میں ادرک کا رس ملا کر احمد کو پلا دیا۔ تھوڑی دیر میں احمد کی کھانسی میں آرام آ گیا۔

"نانی جان! یہ تو جادو ہو گیا۔" مریم نے حیرت سے کہا۔

"اچھا اب سو جاؤ، اللہ نے رات آرام کرنے کے لئے بنائی ہے۔

"نانی جان ذرا سخت لہجے میں بولیں۔

جب صبح ہوئی تو بچوں کو ایک ترکیب سوجھی۔ سب نے مل کر سوچا کہ کیوں نہ نانی جان کے ٹوٹکوں کی ایک کتاب بنائیں۔ بس پھر کیا تھا، سب بچے نانی جان کے پاس پہنچے اور ان سے اور ٹوٹکوں کی فرمائش کی۔

"نانی جان! یقیناً آپ کو اور بھی بہت سے ٹوٹکے آتے ہوں گے، کیوں نہ ہم انھیں لکھ کر ایک کتاب بنائیں؟"

زاہد نے مشورہ دیا۔

★

"ضرور بچو!" نانی جان مسکراتے ہوئے بولیں۔

جب تمہارے پیٹ میں درد ہو تو پودینے کے پتے کھالو، یا پھر کچھ پتے پانی میں اُبال کر پی لو۔

اگر کبھی ہاتھ جل جائے تو فوراً ایلو ویرا کا پتا جلی ہوئی جگہ پر لگالو۔ تھوڑی دیر میں بالکل آرام آجائے گا۔

"نانی جان! ہمارے گھر جو کام والی آتی ہے اس نے امی کو بتایا تھا کہ اسے خون کی کمی ہے۔ کیا خون بڑھانے کا کوئی ٹوٹکا ہے؟" احمد نے پوچھا۔

"ہاں بیٹا! اس کا بھی علاج ہے۔ اگر وہ اپنی غذا میں چقندر کا استعمال کرے تو اسے فائدہ ہو سکتا ہے اور انجیر کھانے سے بھی خون کی کمی میں بہتری آسکتی ہے۔" نانی جان نے بتایا۔

اچھا اور لکھو، اگر قبض ہو جائے تو ایک چمچ گھی ایک کپ گرم دودھ میں ملا کر رات کو سونے سے ایک گھنٹہ قبل پی لو اور اگر دانت میں درد ہو تو لونگ چبالو۔

اسی طرح اگر نزلہ میں ناک بند ہو جائے تو لونگ کی بھانپ لینا مفید ہے۔

"نانی جان! ابو کو تیزابیت کی شکایت رہتی ہے۔ اس کے لئے کون سا ٹوٹکا ہے؟" مریم نے پوچھا۔

"اپنے ابو سے کہنا رات کو کالے چنے پانی میں بھگو کر رکھیں اور صبح کھالیں۔"

اور ہاں جن بچوں کو سانس کی تکلیف رہتی ہو تو ہلدی، دار چینی اور کالی مرچ کے چند دانے اُبال کر پانی پی لیں۔"

"لیکن بچوں یہ یاد رکھو کہ کوئی بھی ٹوٹکا مستقل کرنے سے فائدہ ہوتا ہے اور کبھی بھی کوئی ٹوٹکا بڑوں سے پوچھے بغیر نہیں کرنا چاہیے۔ چلو اب میں بھی تھک گئی ہوں۔"

سب بچے بہت خوش تھے۔ نانی اماں کے ٹوٹکے تو بہت مفید تھے۔

مجھے بکرا چاہیئے

"مجھے بکرا چاہیئے اس عید پہ ہر حال میں" آٹھ سالہ ارشمان نے چلاتے ہوئے اپنی امی جان سے کہا۔ جب سے دادادادی ہم سے الگ ہو گئے ہیں ابو قربانی کرتے ہی نہیں ہیں۔ میرے سب دوستوں کے گھر ہر سال قربانی ہوتی ہے، سب میرا مذاق اڑاتے ہیں۔

اچھا بیٹا میں اس بار پوری کوشش کروں گی تیرے ابو کو قائل کرنے کی لیکن وہ کسی کی کہاں سنتے ہیں، اتنی کنجوسی اچھی بات نہیں ہے اس کی انہی حرکتوں کی وجہ سے ان کے اماں ابا الگ ہو گئے تا کہ اس کو اپنی ذمہ داریوں کا احساس ہو۔ حالانکہ اس سال فصل بھی اچھی ہوئی ہے اور سبزی کا کاروبار بھی اچھا جارہا ہے۔

سبزی منڈی میں اس بار تیرے ابو کی کافی سبزی گئی ہے اور اچھے داموں فروخت ہوئی کل ہی تمہارے ماموں کا فون آیا تھا کہ اس بار تو بھائی صاحب کے وارے نیارے ہو گئے، مگر ہمارے حالات پتہ نہیں کب تبدیل ہوں گے۔

ارشمان کی امی اس سے گویا ہوئیں۔

ارشمان کے والد کی زمین بھی تھی اور سبزی کریانہ کی شاپ بھی تھی لیکن اس کی فطرت پرلے درجے کی لالچی تھی ہر وقت ارشمان کے ماموں لوگوں سے اپنی گھریلو ضروریات پوری کرواتا رہتا اپنی بیوی نورین کو خرچہ نہ دیتا اور وہ مجبور ہو کر بھائیوں سے خرچہ لے کر آتی۔

"امی آپ ماموں سے کہیں وہ ہمیں بکرا لے دیں" بیٹا اُن کے پہلے ہی مجھ پر اتنے احسانات ہیں میری ہمت نہیں ہو رہی لیکن میں کوشش کروں گی اچھے بچے ضد نہیں کرتے۔

اللہ تمہارے بابا کو ہدایت دے یہ دنیا کا مال دنیا میں ہی رہ جانا ملک کے حالات کیسے ہوئے پڑے ہیں، کیسی کیسی آفات سے دنیا دو چار ہے مگر مجال ہے اس ڈھیٹ آدمی پہ کوئی اثر ہو۔

نورین نے ارشمان کی ضد کو مدنظر رکھتے ہوئے فیصلہ کیا کہ بھائیوں کے پاس جاتی ہوں کہ اس بار پیسے نہ دیں بلکہ کوئی مناسب سا بکرا لے دیں کیونکہ پیسے بہانے بہانے سے اس کا شوہر اس سے لے لیتا۔ چنانچہ وہ اپنے دونوں بچوں ارشمان اور ارحہ کو لے کر اپنے میکے گئی۔

"بھابھی! دراصل میں بھائی جان سے ملنے آئی ہوں" عید میں چند دن رہ گئے ہیں ویسے تو ہر سال مجھے سب بھائی ٹائم سے عید بھجوا دیتے ہیں مگر اس بار شاید مصروفیت کی وجہ سے ابھی بھائیوں نے عید نہیں بھجوائی۔ بھابھی! بچے اس بار ضد کر رہے ہیں کہ ہمیں بکرا لینا ہے میں نے ان کو بہت سمجھایا ہے مگر یہ نہیں مان رہے۔

ہمارے اپنے بچے ہیں اتنی مہنگائی ہے اور ابھی میں نے اپنی چھوٹی بہن کی شادی کی ہے ہم چچازاد کزنز بھی ہیں شروع سے ایک ہی

گھر میں رہیں اماں کے انتقال کے بعد حوریہ کو میں نے اپنی بہن سے زیادہ بیٹی بن کر پالا اور اس کی شادی اچھے گھرانے میں کی تاکہ اس کو محسوس نہ ہو کہ اس کی ماں نہیں ہے اس لئے اب اپنے شوہر کو اپنے قابو میں کرو اور اپنے اخراجات خود پورے کیا کرو ہمیں بخش دو بہن اب۔

اس کی التجا کے برعکس بھابھی نے جس حقارت سے جواب دیا، نورین کا دل چاہا زمین پھٹ جائے اور وہ اس میں سما جائے۔ بڑی بھابھی کی آواز سن کر چھوٹی بھابھی بھی آ گئی اور وہ بھی بولنا شروع ہو گئی حالانکہ وہ جاب کرتی تھیں لیکن دل کی بہت چھوٹی تھیں دونوں بھابھیوں کا بہت گٹھ جوڑ تھا لیکن نورین کے بھائی اچھے تھے۔

انہوں نے نورین کو کبھی کسی بات کا طعنہ نہیں دیا۔ نورین کے بھتیجے آہان نے ان کی ساری گفتگو سنی اور اس کا دل اپنی ماں اور چاچی سے بہت جلا اور اپنی پھوپھو پر بہت ترس آیا جیسے آہان پہ اُس کی ماں کی نظر پڑی تو فوراً موضوع بدلا اور نورین سے کہا اچھا اچھا تمہارے بھائی آئیں گے تو میں اُن سے بات کروں گی۔

نورین نے اپنے بچوں کو سمجھایا اور دوبارہ بھائی کی طرف نہ جانے کا عہد کر لیا۔ اُس کے دونوں بچے بے چارے صبر کر کے چپ ہو کر رہ گئے۔ عید سے ایک دن پہلے بھابھی اپنے بیٹے آہان کے ساتھ نورین کے گھر آئی اور رسماً چند ہزار نورین کو تھما دیئے کہ بچوں اور اپنے لئے کپڑے لے لینا لیکن نورین نے لینے سے انکار کر دیا، آہان یہ صورتحال دیکھ کر بہت پریشان ہوا۔

بھابھی نے گھر آ کر یہ بات سب سے چھپا لی اگلے دن عید تھی اور یہ ساری صورتحال کی اپنے شوہر کو ہوا تک نہ لگنے دی اور کہا کہ بھئی نورین کے حالات تو اب کافی بہتر ہو گئے ہیں اُس کے شوہر کو عقل آ گئی ہے۔ بھائی سُن کر مطمئن ہو گئے۔

آج عید الاضحی کا مبارک دن تھا۔

بچوں نے قربانی کے جانوروں کو بہت سجایا ہوا تھا ان کے پاؤں میں گھنگھرو باندھے ہوئے تھے ہر طرف خوشی کا سماں تھا۔ عید نماز کے بعد قصاب نے آ کر قربانیاں کر دیں پھر گوشت کی تقسیم کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ بڑی بھابھی نے سب سے پہلے اپنی بہن کے لئے صاف ستھرا گوشت الگ کر لیا کہ شادی کے بعد اُس کی پہلی عید ہے ہم سب پہلے اس کی طرف جائیں گے۔

باقی گوشت بعد میں تقسیم کرتے ہیں لیکن نورین کے بھائی جو بھی فقیر اُن کے دروازے پہ آ رہا تھا اُن کو گوشت دیئے جا رہے تھے۔ بھابھی نے اقربا کا حصہ بھی کچن میں رکھ لیا اور اس میں سے بڑا پیکٹ بنا لیا اپنی بہن کے لئے لیکن نورین کا خیال کسی کو نہ آیا کہ اس کے گھر بھی گوشت بھیجنا ہے وہ بے چاری راہ دیکھ رہی ہو گی۔

بھابھی نے اپنے شوہر اور بچوں کو ساتھ لیا اور مٹھائیاں، پھل، کیک اور گوشت لے کر اس کی بہن حوریہ کے گھر جا پہنچے۔ اتنا کچھ دیکھ کر دولاڈ سے بولی "آپا کیا ضرورت تھی اتنا سب کچھ لانے کی" "یہ گوشت کیوں لائے ہم نے تو آج رات آپ کی طرف آنا تھا اور ویسے بھی ہماری تو قربانی تھی۔

"ارے میری بھولی بہن لڑکی چاہے اپنے گھر کتنی بھی سکھی ہو مگر میکے کا مان تو اُسے ہمیشہ رہتا ہے اور جہاں تک گوشت کی بات

ہے تو ہم نے اس کے تین حصے کیے ہیں۔ غربا کو ہم اُن کا حصہ دے آئے ہیں اقربا کے حصہ میں سے تمہیں دینے آئے ہیں اس سے آپس میں اپنائیت کا احساس بڑھتا ہے۔

اللہ نے سب اصول انسان کی بہتری کے لئے بنائے ہیں ہمارے گھر میں تو تمہارا حق اور حصہ پہلے کی طرح ہے اور ہمیشہ رہے گا"۔

"ایک منٹ ماما" آہان نے ماں کو ٹوکا۔ آہان اب میٹرک کا سٹوڈنٹ تھا اور سب بچوں میں کافی سمجھدار تھا۔

"کیا کہا آپ نے اس گھر میں آنٹی حوریہ کا حق اور حصہ ہمیشہ رہے گا؟ کیونکہ خالہ حوریہ اس گھر کی بیٹی ہیں۔ اور نورین پھوپھو کیا وہ اس گھر کی بیٹی نہیں؟ اگر ہیں تو پھر ایک ہی گھر میں دو بیٹیوں کے لئے مختلف اصول کیوں؟ آپ نے قدرت کے جو اصول بھی بتائے ہیں وہ سب پہ لاگو ہوتے ہیں اس گھر کی ایک بیٹی جسے اللہ نے ہر نعمت سے نوازا ہے اس کے باوجود بھی اس کے حقوق اور حصے کا علم ہے مگر اس گھر کی دوسری بیٹی جو بے بس اور لاچار ہے اُس کے والدین بھی حیات نہیں، اس کے حقوق اور حصے کا خیال کیوں نہیں آپ کو؟ یاد ہے نا آپ کو چند دن پہلے پھوپھو نورین اور ان کے بچوں ارشان اور ارحد کو کس قدر ذلیل و رسوا کر کے نکالا تھا وہ اس وجہ سے عید پہ ہمارے گھر آئیں نہیں اور کسی نے ابھی تک اُن کو گوشت بھی نہیں بھیجا اور پاپا کو ابھی تک آپ نے اس بات سے لاعلم رکھا انہوں نے اُس دن پیسے بھی نہیں رکھے اور واپس کر دیئے کیا یہ گھر اب اُن کا نہیں رہا اُن کے والدین نہیں رہے تو وہ اس گھر کا راستہ ہمیشہ کے لئے بھول جائیں؟ آہان کی باتوں میں سچائی تھی وہ بہت شرمسار ہوئیں اور اپنے شوہر سے معافی مانگی اُس کے دل سے کالک اُتر چکی تھی وہ چھوٹی بھابھی کی باتوں میں آچکی تھیں۔

آہان! بیٹا تم اپنی پھوپھو کو فون کرو ہم سب اس کی طرف آرہے ہیں پھر وہ سب مٹھائیاں، کیک اور بکرا منڈی سے اچھا سا بکرا لے کر نورین کے گھر آ گئے۔ نورین سے اس کی بھابھی نے اپنے رویئے کی معافی مانگی اور سب کے چہرے خوشی سے کھلکھلا اٹھے اس طرح ارشان کی خواہش پوری ہو گئی۔

اہلِ قلم

جگر مراد آبادی کا اصل نام علی سکندر تھا۔6 اپریل 1890ء کو مراد آباد میں پیدا ہوئے۔ابتدائی تعلیم گھر اور مقامی مکتب میں ہوئی، جہاں انہوں نے اردو اور فارسی کے علاوہ عربی کی بھی تعلیم حاصل کی۔بعد ازاں اپنے چچا کے پاس لکھنؤ چلے گئے، جہاں اسکول میں داخلہ لیا۔نویں جماعت میں دو مرتبہ فیل ہونے کے بعد حصول تعلیم سے

دستبردار ہو گئے۔ان کو شاعری ورثہ میں ملی تھی،ان کے والد مولوی علی نظر اور چچا مولوی علی ظفر دونوں شاعر تھے۔اصغر گونڈوی کی صحبت نے جگر کی شاعری کو بہت جلا بخشی۔

ان کا ترنم بہت اچھا تھا۔بھارتی حکومت نے انھیں "پدما بھوشن" خطاب دیا۔علی گڑھ یونیورسٹی نے انھیں ڈاکٹریٹ کی اعزازی ڈگری دی۔ان کے آخری مجموعہ کلام "آتش گل" پر ان کو "ساہتیہ اکیڈمی" سے پانچ ہزار روپیہ انعام اور دو سو روپیہ ماہانہ وظیفہ مقرر ہوا تھا۔'آتش گل' کے علاوہ "داغ جگر" اور "شعلۂ طور" ان کے شعری مجموعے ہیں۔

9/ستمبر 1960 کو اس دنیا سے رخصت ہو گئے۔آج ان کی برسی پر خصوصی مضمون ملاحظہ کریں۔

میرا جگر سے اس وقت کوئی رابطہ نہیں تھا۔پھر ایک دن یوں ہوا کہ میرے ایک ادب نواز دوست نے، جن کے والد بھی شاعر ہیں، مجھے ایک آڈیو کیسٹ لا کر دی، جس کا عنوان تھا "کلام شاعر، بزبان شاعر"۔۔اس میں فنا کانپوری، نشور واحدی، جوش اور جگر کا کلام انہی کی آوازوں میں تھا۔

اور یہ آڈیو سننا تھا کہ میں جگر کے عشق میں گرفتار ہوتا چلا گیا۔جگر کا دل چھو لینے والا ترنم اور اشعار کی غنائیت سب سے منفرد تھی۔

کیا لطف کہ میں اپنا پتہ آپ بتاؤں
کیجئے کوئی بھولی ہوئی خاص اپنی ادا یاد

......☆☆......☆☆......

اگر نہ زہرہ جبینوں کے درمیاں گذرے
تو پھر یہ کیسے کٹے زندگی کہاں گذرے

جو تیرے عارض گیسو کے درمیاں گذرے
کبھی کبھی وہی لمحے بلائے جاں گذرے

★

میں یہ کیسٹ سنتا اور میرا جی نہ بھرتا۔ سمجھ نہیں آتا تھا کہ میں جگر کے کلام پر فدا ہوں یا ان کے ترنم پر۔ لیکن پھر دور درشن پر علی سردار جعفری کے پروگرام کہکشاں میں جگر کو دیکھا۔

رشید احمد صدیقی اور مالک رام کے مضامین جگر کے بارے میں پڑھے تو جگر کی شخصیت کے مختلف گوشے واہوتے چلے گئے اور اب میرے لئے فیصلہ کرنا مشکل ہے کہ جگر کا کلام، ان کا ترنم یا ان کی شخصیت کیا چیز ہے جو انہیں دوسروں سے الگ بنائے ہوئے ہے۔ اصغر گونڈوی، جگر کے ہم زلف، جنہیں جگر اپنا مربّی اور مرشد جانتے تھے اور کے سامنے کبھی اونچی آواز میں بات نہ کرتے۔

ان کی ہر بات مانتے اور ان کی موجودگی میں نظریں نیچی کئے رہتے۔ نہ صرف اصغر بلکہ ان کے قریبی اور بے تکلف دوستوں کے سامنے بھی اسی رکھ رکھاؤ سے پیش آتے کہ وضع داری شریفوں کی پرانی کمزوری ہے۔ اب نہ وہ شریف رہے نہ ویسی وضع داریاں۔ خواتین اور لڑکیوں کی موجودگی میں جگر نظریں یوں نیچی رکھتے جیسے وہی ان کی عزت وآبرو کی نگہبان ہیں۔

جگر پر تو اصل مشکلیں ترک شراب کے بعد آئیں۔ صحت بگڑتی گئی، مالی حالات دگرگوں ہوگئے، ذمہ داریاں بڑھتی گئیں۔ لیکن وہ اس کا پامردی سے مقابلہ کرتے رہے۔ اپنی کیفیت اوروں سے چھپاتے، ویسے ہی قیمتی کپڑے پہنتے، اور قیمتی چیزیں استعمال کرتے جنھیں یار دوست ہتھیا لیتے اور یہ کبھی ان سے نہ کچھ کہتے اور نہ پوچھتے۔

جگر کی شراب نوشی کے ذمہ دار بھی یہی دوست تھے جو بقول اصغر گونڈوی، ان کا گوشت کھا رہے تھے۔ انہیں سستی شرابیں پلا کر مشاعروں میں لے جاتے یا نجی محفلوں میں ان سے غزلیں سنتے۔ یہ بھی عجیب سی بات ہے کہ جگر سخت مذہبی آدمی تھے۔ جوش سے اکثر ان کی بے دینی پر الجھتے۔ جگر نہ صرف اللہ اور رسول بلکہ انسانوں کے حقوق بھی پہچانتے تھے، جبکہ بہت سے پارساؤں کا یہ خانہ اکثر خالی ہی رہتا ہے۔

وہ کسی کا حق نہیں مار سکتے تھے، اسی لئے سب کے محبوب تھے۔ معمولی آدمی کی بدتمیزی برداشت کر لیتے لیکن بڑے لوگوں کی ناواجب حرکت پر کچھ کہے بغیر نہ رہتے۔ ان کا شمار کھاتے پیتے لوگوں میں نہیں ہوتا تھا، تنگی سے بسر ہوتی تھی لیکن مہمانوں کے سامنے آنکھیں بچھائے رکھتے۔ غصے میں کبھی آپے سے باہر نہ ہوتے نہ کبھی اپنی بڑائی جتلا کر دوسروں کے عیب بیان کرتے۔ مشاعروں میں کبھی اس بات کا تردد نہیں کیا کہ انہیں سب سے پہلے یا سب سے آخر میں پڑھوایا گیا۔ منتظمین نے جو کچھ دیا خاموشی سے جیب میں ڈال لیا۔ ایک بار جب وہ سو رہے تھے کسی جاننے والے نے ان کے جیب سے سارے پیسے نکال لئے، جگر یہ دیکھ رہے تھے۔ جب لوگوں کو علم ہوا تو پوچھا کہ آپ نے کیوں نہیں بتایا، کہنے لگے شریف آدمی کو رسوا کرنا تو کوئی اچھی بات نہیں۔

★

جگر داغ کے شاگرد تھے اور اصغر کی عزت کرتے تھے لیکن دونوں کا انداز نہیں اپنایا کیونکہ وہ داغ کی طرح لذت پرست اور اصغر کی مانند صوفی منش تو نہ تھے، وہ تو ایک سرمست انسان کا دل رکھتے تھے، جس کے پاس خلوص کی دولت اور عشق کی قوت کے سوا کچھ نہ تھا۔ جگر کے ہاں محبت ہی محبت تھی۔ انسانی خوشحالی اور آسودگی ان کی آرزو رہی۔

کہاں سے بڑھ کے پہنچے ہیں، کہاں تک علم و فن ساقی
مگر آسودہ انسان کا نہ تن ساقی نہ من ساقی

یا پھر:

جہل خرد نے دن یہ دکھائے
گھٹ گئے انساں بڑھ گئے سائے
لیکن جگر اندھیروں سے ہارنے والوں میں سے نہ تھے
خود اپنے ہی سوز باطن سے نکال اک شمع غیر فانی
چراغ دیر و حرم تو اے دل جلا کریں گے بجھا کریں گے

......☆☆......☆☆......

ہم کو مٹا سکے یہ زمانے میں دم نہیں
ہم سے زمانہ خود ہے، زمانے سے ہم نہیں
'شعلہ طور' اور 'آتش گل' کا شاعر دراصل شاعر فطرت تھا۔
شاعر فطرت ہوں میں جب فکر فرماتا ہوں میں
روح بن کر ذرے ذرے میں سما جاتا ہوں میں

جگر کی شاعری کی سب سے بڑی خصوصیت اس کا سریلا پن ہے۔ جگر کے شعر بولتے نہیں گاتے ہیں اور سیدھے دل میں اترتے چلے جاتے ہیں۔ ان کا شعر اپنے آپ کو سنواتا ہے اور جیسے آپ موسیقی کی دھن پر سر ہلاتے ہیں، جگر کی شاعری کے سنگیت کے وجد میں آتے چلے جاتے ہیں۔

ہوش کی حالت میں ہمیشہ پشیمان اور نادم ہوتے اور اس سے باز رہنے کے منصوبے بناتے مگر بقول مالک رام شراب نے ان کی قوت ارادی کمزور کر دی تھی اور اس میں بہت حد تک قصور جگر کے آس پاس رہنے والوں کا تھا، جگر جہاں کہیں جاتے، یہ بوتل کھلوا کر ان کے سامنے رکھ دیتے۔ اور جب جگر شراب سے تائب ہوئے تو بھی ان کا امتحان لینے کی کوشش کرتے۔ جگر کا درد یوں سامنے آتا۔

اب چھلکتے ہوئے ساغر نہیں دیکھے جاتے

توبہ کے بعد یہ منظر نہیں دیکھے جاتے

جگر ایک علمی خانوادے سے تعلق رکھتے تھے جس کے مورث اعلی شاہجہاں کے اتالیق تھے پھر کسی بات پر معتوب ہو کر ترک وطن کر کے مراد آباد آ گئے۔ دادا اور والد بھی شاعر تھے۔ جگر کی اپنی شخصیت بڑی دل آویز اور پیاری تھی، دل کے صاف، زبان کے کھرے، کسی کا برا نہیں چاہتے بس دوسروں کی خوبیوں پر نظر رکھتے۔

رشید احمد صدیقی کے بقول، جگر صاحب شکل و صورت کے اچھے نہ تھے، لیکن اگر اچھی صورت کے ہوتے تو شاید اتنے اچھے معلوم نہ ہوتے۔ گہری سانولی رنگت، پٹے دار بال ان کی شخصیت کو جاذب نظر بناتے۔

جگر کی باتیں کروں تو شاید اس کا حق ادا نہ کر سکوں۔ چند اشعار ملاحظہ کریں:

بے کیف دل ہے اور جیے جا رہا ہوں میں

خالی ہے شیشہ اور پیے جا رہا ہوں میں

......☆☆......☆☆......

اللہ اگر توفیق نہ دے انسان کے بس کا کام نہیں

فیضان محبت عام سہی، عرفان محبت عام نہیں

......☆☆......☆☆......

ترے دل کے ٹوٹنے پر ہے کسی کو ناز کیا کیا

تجھے اے جگر مبارک یہ شکست فاتحانہ

......☆☆......☆☆......

راز جو سینہ فطرت میں نہاں ہوتا ہے

سب سے پہلے دل شاعر پہ عیاں ہوتا ہے

......☆☆......☆☆......

اللہ رے وہ شدت جذبات کا عالم

کچھ کہہ کے وہ بھولی ہوئی ہر بات کا عالم

فلسفہ قربانی اور اس کا تاریخی پس منظر

تاریخِ عالم اور تاریخِ مذاہب کے مطالعے سے پتا چلتا ہے کہ انسانی تاریخ جتنی قدیم ہے، قربانی کی تاریخ بھی تقریباً اتنی ہی قدیم ہے، انسانی تاریخ میں سب سے پہلی قربانی آدم علیہ والسلام کے دو بیٹوں ہابیل اور قابل کی قربانی ہے، قرآن کریم نے اس قربانی کو اس طرح ذکر کیا۔

ترجمہ:

اور انہیں آدم علیہ السلام کے دو بیٹوں کا قصہ بھی ٹھیک ٹھیک سنا دیجئے جب ان دونوں نے قربانی کی تو ایک کی قربانی قبول ہوئی اور دوسرے کی قبول نہیں ہوئی۔ (سورۃ المائدہ)

دراصل ایک نے جس کا نام ہابیل تھا، دل کی آمادگی سے اللہ کی رضا کی خاطر بہترین دنبے کی قربانی پیش کی اور دوسرے نے جس کا نام قابیل تھا، بے دلی سے ناکارہ غلے کا ایک ڈھیر پیش کر دیا۔ ہابیل کی قربانی کو آسمانی آگ نے جلا ڈالا اور یہ مقبولیت کی علامت تھی۔ یہ تو انسان کی پہلی قربانی تھی، لیکن ہم جو ہر عید قرباں پر جانوروں کی قربانی کرتے ہیں، یہ حضرت ابراہیم و اسمٰعیل علیہما السلام کی قربانی کی یادگار ہے۔ جس کی تفصیل یہ ہے۔ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام جلیل القدر نبی و پیغمبر ہیں۔ اولاد آدم کی سب سے عظیم قربانی سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خواب میں دیکھا تھا کہ میں اپنے بیٹے اسماعیلؑ کو ذبح کر رہا ہوں۔ نبیوں کا خواب سچا اور اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہوتا تھا، چناں چہ صبح حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام سے فرمایا: بیٹے میں نے ایک خواب دیکھا ہے جس میں میں اپنے ہاتھ سے تجھے بحکمِ الٰہی ذبح کر رہا ہوں۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے اس قربانی کا ان الفاظ میں ذکر فرمایا ہے۔

ترجمہ:

اے میرے بیٹے میں دیکھتا ہوں خواب میں کہ میں آپ کو ذبح کر تا ہوں پس بیٹا آپ کی کیا رائے ہے؟ بیٹے نے کیا ہی خوب جواب دیا۔ ابا جان، آپ کو جو حکم ہوا ہے، اس پر عمل کر گزریے، آپ مجھے انشاء اللہ صبر کرنے والوں میں سے پائیں گے۔

(سورۃ الصافات)

چناں چہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو مکہ مکرمہ سے لے کر چلے اور منیٰ میں ذبح کرنے کی نیت سے ایک چھری ساتھ لی، جب منیٰ میں داخل ہونے لگے، آپؑ کے بیٹے کو شیطان بہکانے لگا حضرت ابراہیم علیہ السلام کو پتہ چلا تو شیطان کو "اللہ اکبر" کہہ کر سات کنکریاں ماریں جس کی وجہ سے وہ زمین میں دھنس گیا دونوں باپ بیٹے آگے بڑھے تو پھر زمین نے اسے چھوڑ دیا کچھ دور جا کر شیطان پھر بہکانے لگا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پھر اسے "اللہ اکبر" کہہ کر سات کنکریاں ماریں وہ پھر زمین میں دھنس گیا، یہ دونوں آگے بڑھے زمین نے اسے چھوڑ دیا تو یہ شیطان پھر سے ور غلانے لگا حضرت

ابراہیم علیہ السلام نے پھر اسے "اللہ اکبر" کہہ کر سات کنکریاں ماریں پھر وہ زمین میں دھنس گیا اس کے بعد آگے بڑھ کر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو پیشانی کی بل لٹادیا۔

ایک بزرگ نے فرمایا تیسری دفعہ شیطان عورت کی شکل میں حضرت ہاجرہؓ کے پاس آیا اور کہا تمہیں معلوم ہے یہ اسماعیل کو کہاں لے کر گئے ہیں؟ حضرت ہاجرہؓ نے فرمایا: حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے دوست سے ملنے گئے ہیں؟ تو شیطان نے کہا وہ تو اسے ذبح کرنے لے گئے ہیں۔ حضرت ہاجرہؓ نے فرمایا: ایسا نہیں ہو سکتا تو شیطان خبیث کے منہ سے نکل گیا، اللہ کا حکم ہے۔

حضرت ہاجرہؓ کا جواب یہ تھا: اگر اللہ نے حکم دیا ہے تو ایک اسماعیل کیا سو اسماعیل بھی قربان ہیں۔ اس کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو پیشانی کے بل لٹادیا، ابھی ذبح کرنے نہ پائے تھے کہ آسمان سے ندا آئی "یا ابراہیم قد صدّقت الرُّؤیا"۔ یعنی اے ابراہیم تم نے اپنا خواب سچا کر دکھایا، پھر اللہ نے ایک مینڈھا بھیجا جسے اپنے بیٹے کی جانب سے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ذبح کر دیا۔ ذبح تو کیا مینڈھا اور ثواب مل گیا بیٹے کی قربانی کا۔

اسی قربانی کی یادگار میں اہلِ ایمان ہر سال جانوروں کے قربانی کرتے ہیں۔ حج کے موقع پر جو کنکریاں ماری جاتی ہیں، ان کی ابتدا بھی اسی واقعے سے ہوتی ہے، حجاج ان ہی تین جگہوں پر کنکریاں مارتے ہیں، جہاں شیطان زمین میں دھنس گیا تھا، اس کے بعد اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے جانوروں کی قربانی کرنا عبادت میں شمار ہو گیا۔ چناں چہ حضرت محمد ﷺ کی امت کے لیے بھی قربانی مشروط کی گئی، ہر صاحب حیثیت پر قربانی واجب ہے اور اگر کسی کی اتنی حیثیت نہ ہو اور وہ قربانی کر دے، تب بھی عظیم ثواب کا مستحق ہو گا۔

قربانی کی فضیلت و اہمیت:۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے فرمایا کہ رسول اکرم ﷺ نے مدینہ منورہ میں دس سال قیام فرمایا اور ہر سال پابندی سے قربانی فرماتے تھے۔ (مشکوٰۃ)

حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا:

بقرعید کے دن قربانی کا خون بہانے سے بڑھ کر کوئی عمل اللہ کے نزدیک محبوب نہیں ہے اور بلاشبہ قربانی کرنے والا قیامت کے دن اپنی قربانی کے سینگوں، بالوں اور کھروں کو لے کر آئے گا (یعنی یہ حقیر اشیاء بھی اپنے وزن اور تعداد کے اعتبار سے ثواب میں اضافہ ور اضافہ کا سبب بنیں گی اور (یہ بھی) فرمایا کہ بلاشبہ قربانی کا خون زمین پر گرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کے نزدیک درجہ قبولیت حاصل کر لیتا ہے، لہٰذا خوب خوش دلی سے قربانی کرو۔ (مشکوٰۃ)

حضرت زید بن ارقمؓ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے صحابہ نے عرض کیا کہ یارسول ﷺ یہ قربانیاں کیا ہیں؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

★

یہ تمہارے والد حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے، صحابہؓ نے عرض کیا، ہمارے لیے اس میں کیا ثواب اور اجر ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہر بال کے بدلے ایک نیکی ہے۔ صحابہؓ نے عرض کیا، اگر اون والا جانور ہو (یعنی دنبہ ہو جس کے بال بہت ہوتے ہیں) اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اس کے بھی ہر بال کے بدلے ایک نیکی ہے۔

(مشکوٰۃ)

مذکورہ احادیث مبارکہ سے معلوم ہوا عید الاضحی کے دن قربانی کرنا، اللہ تعالیٰ کے نزدیک محبوب ترین عمل ہے، پس جو عمل محبوب حقیقی کو محبوب ہو، اسے کس قدر محبت اور اہتمام سے کرنا چاہیے، اس دن قربانی کرنا ہمیں اللہ سے کتنا قریب لے جائے گا اور ہم پر سے کتنی مصیبتیں ٹل جائیں گی، اس کا اندازہ لگانا بھی مشکل ہے، اگر ان تین دنوں میں کوئی شخص واجب قربانی نہ کرے اور اس کے بجائے سونا چاندی خرچ کرے اللہ کے راستے میں یا درہم و دینار خرچ کرے یا اور خیر خیرات کے کام کرے، رفاہی اداروں میں رقم دے، یہ اللہ کو پسند نہیں، سوائے اس کے کہ قربانی کے جانور کے گلے پر چھری پھیرے، قربانی کے دنوں میں اللہ کو اولاد آدم کا یہ عمل بے حد محبوب ہے۔

جس مقصد کے تحت اللہ نے یہ قربانی واجب فرمائی تھی، آج اس کے بالکل بر خلاف کہنے والے یہ کہہ رہے ہیں کہ! قربانی کیا ہے یہ قربانی (معاذ اللہ) خوامخواہ رکھ دی گی ہے، لاکھوں روپیہ خون کی شکل میں نالیوں میں بہہ جاتا ہے اور یہ عمل معاشی اعتبار سے نقصان دہ ہے، جانور کم ہو جاتے ہیں، لہٰذا قربانی کرنے کے بجائے یہ کرنا چاہیے کہ جو لوگ غریب ہیں، بھوک سے بلبلا رہے ہیں تو قربانی کا گوشت تقسیم کرنے کے بجائے وہ روپیہ پیسہ غریب کو دیا جائے، تاکہ اس کی ضروریات پوری ہو جائیں۔ یہ پروپیگنڈا اتنی کثرت سے کیا جارہا ہے کہ پہلے زمانے میں تو صرف ایک مخصوص حلقہ تھا جو یہ باتیں کرتا تھا، لیکن اب یہ حالت ہو گئی ہے کہ شاید ہی کوئی دن خالی جاتا ہو جس میں کم از کم دو چار افراد یہ بات نہ پوچھ لیتے ہوں کہ اگر ہم قربانی نہ کریں اور وہ رقم غریبوں میں تقسیم کر دیں تو اس میں کیا حرج ہے؟ یہ خود ساختہ فلسفہ قرآن و سنت اور اسلامی تعلیمات کے صریح خلاف ہے۔ اسلامی شریعت کے مطابق قربانی کے دنوں میں قربانی سے بڑھ کر اللہ کے نزدیک کوئی عمل محبوب اور پسندیدہ نہیں۔

★

ہنسی تو پھنسی

بازار میں خریداری کرتے وقت اگر کسی چیز کو پکڑوانے میں کوئی آپ کی مدد پر مسکرا کر اسے شکریہ ادا کرتی ہیں تو میرے بھائی وہ عورت ہنسی تو پھنسی کو سچ ثابت نہیں کر رہی۔ اگر کسی رش کی جگہ پر کوئی خاتون تیز آواز میں بات کرتی سنائی دیں تو صاحب اس کا ہر گز مطلب نہیں کہ وہ آپ کو متوجہ کر رہی ہے۔ اگر وہ کسی رکشے والے یا کہ ڈرائیور کو یہ کہہ دے کہ اسے جلدی پہنچنا ہے تو بھائی صاحب وہ ڈیٹ پر نہیں جا رہی۔ اگر موبائل پر بات کرتے کرتے وہ کمرے سے باہر یا آفس کے کوریڈور کی طرف چلی جائے تو میاں اس کو سگنل کا مسئلہ ہو سکتا ہے وہ اپنے یار سے بات نہیں کر رہی۔ اگر آفس میں داخل ہوتے ہوئے آپ کو کسی اچھے پرفیوم کی خوشبو آئے تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ آپ کی توجہ اپنی جانب مبذول کروا رہی ہے سگریٹ پان اور گٹکوں کی بو سے بچنے کے لئے بھی یہ حربہ استعمال کیا جا سکتا ہے۔ اگر موٹر سائیکل پر کوئی لڑکی بائیک چلانے والے کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر یا کمر پر ہاتھ رکھ رہی ہو تو وہ ضروری نہیں کہ وہ اس کا بوائے فرینڈ ہی ہو۔ اگر کوئی خاتون روزانہ میک اپ کر کے دفتر آتی ہیں تو ضروری نہیں اسے خود نمائی کا شوق ہو ہو سکتا ہے وہ چہرے کی تھکان اور بڑھاپے کو چھپانے کے لیے یہ جتن نگ کرتی ہو۔ سوشل میڈیا پر اگر کسی پوسٹ میں کوئی خاتون لائک یا کمنٹ کر دے تو محترم آپ اتنے باولے نہ ہوں وہ ان صاحب کو جانتی ہو گی آپ بلاوجہ فیس بک ریکوئیسٹ بھیج کر اپنا راستہ نہ بنائیں۔ اگر کوئی لڑکی اکیلے شاپنگ کرتے، بلز بھرتے، بینک کے چکر لگاتے یا پھر سبزی گوشت کی خریداری کرتی دکھائی دے اسے گھومنے کا چسکہ نہیں اس کا کوئی بھائی نہیں ہو گا۔

دوستو اب مندرجہ بالا تمام تصورات و خیالات سے چھٹکارا پانے کا وقت آ پہنچا ہے اگر آپ جیسا سوچتے ہیں تو اپنی اصلاح کر لیجئے۔

طبِ نبوی ﷺ

کیلا ایک بہترین غذ کے ساتھ ساتھ بہترین دوا بھی ہے۔

قدرت نے تمام موسموں کے پھلوں کو ان کی افادیت کے ساتھ انسان کی جسمانی ضروریات کے طور پر پیدا کیا ہے جو نہ صرف انسان کے جسم میں مختلف وٹامنز کی کمی کو پورا کرتے ہیں بلکہ کئی پھلوں میں غذا کے ساتھ جسم میں موجود جراثیم سے لڑنے کی بھی بھرپور صلاحیت ہوتی ہے یایوں کہہ لیں کہ موسم کا ہر پھل ذائقے کے ساتھ انسان کے لئے دوا بھی ہے۔ برصغیر میں آم کے بعد سب سے زیادہ رغبت سے کھایا جانے والا پھل کیلا ہے۔ غذائی اعتبار سے کیلے کی افادیت کا انکار نہیں، کیونکہ یہ توانائی سے لبریز پھل ہے، جس میں وٹامن اور معدنیات کا خزانہ پوشیدہ ہے، یہ ایک ایسا جادوئی پھل ہے جو انسانی جسم کو پلک جھپکتے ہی توانائی فراہم کرتا ہے، دیگر پھلوں کے مقابلے میں یہ ایک زود ہضم غذا ہے جسے شیر خوار بچوں کی ابتدائی خوراک کا اہم جزو سمجھا جاتا ہے، کیلا اگر بچوں کو کم عمری میں استعمال کروایا جائے تو وہ بہت جلد صحت کے اعلیٰ معیار تک پہنچتے ہیں۔ جبکہ بڑھتے ہوئے بچے ہر روز ناشتے میں کیلا کھانے کے بعد ایک گلاس دودھ پینے کی عادت اپنالیں تو ان کا وزن بھی بڑھنے لگے گا اور جسمانی طاقت بھی حاصل ہو گی۔

کیلے میں 80 فیصد غذائی اجزاء ہوتے ہیں، اسمیں تقریباً 3/4 حصہ پانی اور 1/5 حصہ شکر اور باقی ریشہ، معدنیات اور حیاتین ہوتے ہیں، نشاستہ زیادہ ہونے کی وجہ سے کیلا کھانے سے کام کرنے کی صلاحیت میں اضافہ ہوتا ہے۔ اس میں گوشت بنانے والا جزو نائٹروجن زیادہ ہوتا ہے۔ کیلے میں کیلشیئم، میگنیشئم، فاسفورس، گندھک، لوہا، اور تانبا پایا جاتا ہے۔ طب نبوی ﷺ کے مطابق کیلا عمدہ پھل ہونے کے ساتھ ساتھ ایک اچھی دوا بھی ہے، یہ جسم میں وٹامن سی کی کمی کو پورا کرتا ہے، طاقت اور خون پیدا کرتا ہے، گردوں کو طاقت دیتا ہے، جگر کے لئے مقوی ہے، گلے کی خراش میں اس کا استعمال مفید ہے، جسم سے زہریلے مواد کو باہر نکالتا ہے، کھانسی کے لئے بھی مفید ہے، یرقان میں بھی فائدہ پہنچاتا ہے۔ تیزابیت دور کرتا ہے، اس لئے معدہ کے لئے مفید ہے۔ پیاس اور دل کی بیماریوں کے لئے بھی فائدہ مند ہے، پیچش، مروڑ، بچوں کے دستوں میں اور کمزور بچوں کے لئے جن کا وزن کم ہوا نہیں کیلا دودھ کے ساتھ دینا چاہیے۔ کم مقدار میں کھانے کی صورت میں باعث قبض، اور زیادہ کھانے کی صورت میں قبض کشا ہے، جسم کو موٹا کرتا ہے، شوگر کے مریض کم کھائیں، کیلا کھانے کے بعد فوراً پانی نہ پیں اس سے بلغم پیدا ہوتا ہے، پیچش اور دست کے دوران کیلا دہی میں ملا کر کھائیں۔

★

کیلے کے ساتھ ساتھ اللہ نے کیلے کے درخت میں بھی دوا کے اثرات رکھے ہیں۔ کیلے کے تنے میں موجود پانی سے پیٹ کے کیڑے ہلاک ہوتے ہیں، اس کی جڑ بھی بڑی کارآمد ہے، جس سے طبیب اپنے مریضوں کا علاج کرتے ہیں، کیلے کی ایک خوبی یہ ہے کہ دن کے ابتدائی حصے میں اس کا استعمال جس قدر کارگر ہے اتنا شام یا رات کو نہیں، لہٰذا بہتر ہو گا کہ ناشتے کے اوقات میں کیلا استعمال کیا جائے۔

کیلا کھانے سے انسان بہت سی بیماریوں سے بچ سکتا ہے۔ جن میں ذہنی تناؤ، بلند فشارِ خون، فالج، ذہنی صلاحیتوں میں کمی شامل ہیں۔ غذائی ماہرین کا کہنا ہے کہ کیلا ایک ایسا پھل ہے جس میں انسانی صحت کے لئے بیش بہا فوائد شامل ہیں جو پھل کے ساتھ ساتھ دوا بھی ہے۔ طبی ماہرین کا کیلے کے حوالے سے کہنا ہے کہ کیلے میں تین چوتھائی حصہ پانی ہونے کی وجہ سے چھوٹے بچوں کے لئے کیلے کا استعمال ان کی صحت کا ضامن ہے، اس لئے بچوں کو دودھ کے ساتھ کیلے کا استعمال ضرور کرائیں۔ الغرض کیلا پھل کا پھل ہے اور دوا کی دوا ہے۔ اس کے استعمال کو اگر معمول بنا لیا جائے تو پھر کوئی وجہ نہیں کہ کوئی بیماری آپ کے قریب بھی پھٹکے۔ کیلا وہ پھل ہے جو آپ کو صحت اور طاقت بخشنے آیا ہے۔ یہ آپ کے لئے ایک پرفیکٹ پھل ہے جو کہ آپ کی زندگی بدل سکتا ہے۔ کہیں بھی کسی بھی وقت اس کو مختلف قسم کے کھانے اور پینے میں استعمال کیا جا سکتا ہے۔

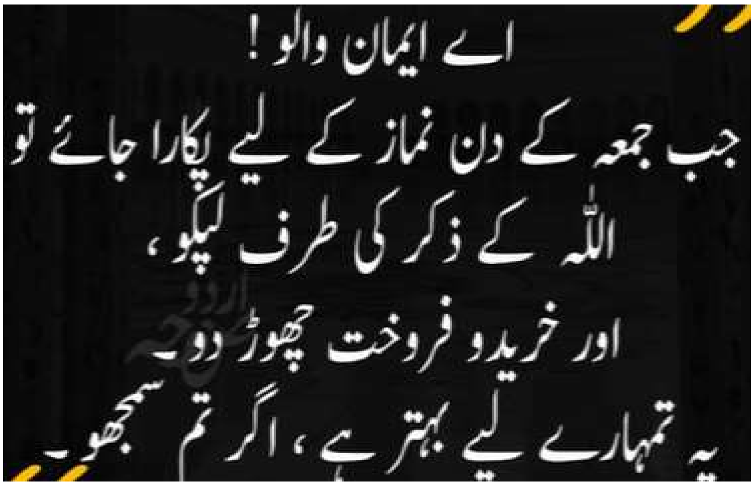

تھلیسیمیا کا علاج

طبی ماہرین کے مطابق خون کا مہلک مرض تھیلیسیمیا دراصل موروثی بیماری ہے، جو والدین سے بچوں میں منتقل ہوتی ہے، یہ مرض خون کے خلیوں کی غیر معمولی حرکات کی علامت ہے جس کے باعث خون بننے یا اُس کی پیداوار کا عمل رک جاتا ہے۔

نیا خون نہ بننے کی وجہ سے متاثرہ مریضوں کو بار بار خون چڑھانے کی ضرورت پڑتی ہے۔ ماہرین کا کہنا ہے کہ جینیاتی اعتبار سے تھیلیسیمیا کی دو بڑی قسمیں ہیں جنہیں الفا تھیلیسیمیا اور بیٹا تھیلیسیمیا کہتے ہیں۔

طبی ماہرین نے اس بیماری کی وضاحت کچھ اس طرح پیش کی کہ 'عام انسانوں کے خون کے ہیموگلوبن میں دو الفا اور دو بیٹا زنجیریں ہوتی ہیں۔ گلوبن کی الفا زنجیر بنانے کی ذمہ داری دونوں جین کروموزوم نمبر 16 کی ہوتی ہے جبکہ بیٹا زنجیر بنانے کی ذمہ داری واحد جین ایچ بی بی کروموزوم نمبر 11 کی ہوتی ہے'۔

الفا تھیلیسیمیا کے مریضوں میں ہیموگلوبن کی الفا زنجیر کم بنتی ہے جبکہ بیٹا تھیلیسیمیا کے مریضوں میں ہیموگلوبن کی بیٹا زنجیر کم بنتی ہے۔ اس طرح توازن برقرار نہیں رہ پاتا اور خون کی کمی واقع ہو جاتی ہے۔

ماہرین نے مرض کی شدت کے اعتبار سے تھیلیسیمیا کو تین مختلف اقسام میں تقسیم کیا۔

شدید ترین قسم 'تھیلیسیمیا میجر' جبکہ سب سے کم شدت والی قسم 'تھیلیسیمیا مائنر' کہلاتی ہے۔ درمیانی شدت والی قسم کو 'تھیلیسیمیا انٹرمیڈیا' کہا جاتا ہے۔

ماہرین کے مطابق ایک طرح کا تھیلیسیمیا کبھی بھی دوسری طرح کے تھیلیسیمیا میں تبدیل نہیں ہو سکتا یعنی الفا تھیلیسیمیا کبھی بھی بیٹا تھیلیسیمیا میں تبدیل نہیں ہو سکتا اور نہ ہی بیٹا کبھی الفا میں بدلتا ہے۔

اسی طرح تھیلیسیمیا مائنر کبھی تھیلیسیمیا میجر نہیں بن سکتا ہے اور نہ ہی میجر کبھی مائنر بن سکتا ہے اور نہ ہی مرض کی شدت میں اضافہ یا کمی بھی نہیں ہو سکتی۔

یہاں یہ بات واضح کرنا بھی ضروری ہے کہ اس بیماری کی تشخیص کم عمری میں ہی ہو جاتی ہے کیونکہ موروثی مرض کی وجہ سے متاثرہ شخص زیادہ عمر نہیں پاتا۔

تھیلیسیمیا میجر کیا ہے؟

کسی بھی بچے کو تھیلیسیمیا میجر صرف اسی صورت میں ہو سکتا ہے جب اس کے والدین کسی نہ کسی طرح کے تھیلیسیمیا کے حامل ہوں۔ تھیلیسیمیا میجر کے مریضوں میں خون اتنا کم بنتا ہے کہ انہیں ہر دو سے چار ہفتے بعد خون کی بوتل لگانے کی ضرورت پیش

آتی ہے۔ ایسے بچے پیدائش کے چند مہینوں بعد ہی خون کی کمی کا شکار ہو جاتے ہیں اور ان کی بقیہ زندگی بلڈ بینک کی محتاج ہوتی ہے۔

کمزور اور بیمار چہرے والے یہ بچے کھیل کود اور تعلیم دونوں میدانوں میں پیچھے رہ جاتے ہیں اور معاشرے میں صحیح مقام نہ پانے کی وجہ سے خود اعتمادی سے محروم ہوتے ہیں۔ بار بار خون لگانے کے اخراجات اور اسپتالوں کے چکر والدین کو معاشی طور پر انتہائی خستہ کر دیتے ہیں جس کے بعد نامناسب علاج کی وجہ سے ان بچوں کی موت واقع ہو جاتی ہے۔

ترقی یافتہ ممالک میں بہترین علاج کے باوجود یہ مریض 30 سے 40 سال تک ہی زندہ رہ پاتے ہیں۔ پاکستان میں ایسے مریضوں کی عمر لگ بھگ دس سال ہوتی ہے۔ اگر ایسے بالغ مریض کسی نارمل انسان سے شادی کر لیں تو ان کے بچے لازماً تھیلیسیمیا مائنر کے حامل ہوتے ہیں۔

تھیلیسیمیا مائنر

تھیلیسیمیا مائنر کی وجہ سے مریض کو کوئی تکلیف یا شکایت نہیں ہوتی نہ اس کی زندگی پر کوئی خاص اثر پڑتا ہے۔ علامات و شکایات نہ ہونے کی وجہ سے ایسے لوگوں کی تشخیص صرف لیبارٹری کے ٹیسٹ سے ہی ہو سکتی ہے۔

ایسے لوگ نارمل زندگی گزارتے ہیں مگر یہ لوگ تھیلیسیمیا اپنے بچوں کو منتقل کر سکتے ہیں۔ تھیلیسیمیا مائنر میں مبتلا بیشتر افراد اپنے جین کے نقص سے قطعاً لاعلم ہوتے ہیں اور جسمانی، ذہنی اور جنسی لحاظ سے عام لوگوں کی طرح ہوتے ہیں اور نارمل انسانوں جتنی ہی عمر پاتے ہیں۔

تھیلیسیمیا کی وجوہات کیا ہیں؟

طبی ماہرین کے مطابق خاندان میں شادیاں اس مرض کے بڑھنے کی اہم وجہ ہے۔ علاوہ ازیں اگر دو ایسے افراد آپس میں شادی کر لیں جن میں تھیلیسیمیا مائنر کے خلیات موجود ہوں تو ان کا پیدا ہونے والا بچہ تھیلیسیمیا میجر کا شکار ہو سکتا ہے۔

طبی ماہرین کے مطابق شادی سے قبل خون کا ایک معمولی ٹیسٹ آئندہ آنے والی نسل کو اس مہلک مرض سے بچا سکتا ہے۔

صوبہ سندھ میں شادی سے قبل لازمی ٹیسٹ کروانے کا بل تو موجود ہے لیکن عمل درآمد نہ ہونے کے برابر ہے۔

پاکستان میں تھیلیسیمیا کی صورت حال

ایک محتاط اندازے کے مطابق پاکستان میں 1 لاکھ سے زائد بچے تھیلیسیمیا کا شکار ہیں جبکہ ہر سال ان بچوں کی تعداد میں 15 ہزار کا اضافہ ہو رہا ہے جو تھیلیسیمیا کے مرض کے ساتھ پیدا ہوتے ہیں۔

اس مرض کا شکار افراد اور بچے تھکے تھکے اور دیگر افراد کی نسبت غیر متحرک ہوتے ہیں۔ تھیلیسیمیا کے باعث ان کی جلد زرد ہو جاتی ہے جبکہ انہیں ہڈیوں میں تکالیف کے امراض بھی لاحق ہو سکتے ہیں۔ تھیلیسیمیا مائنر میں مبتلا خواتین جب حاملہ ہوتی ہیں تو ان میں خون کی کمی واقع ہو سکتی ہے۔ ★

نظم

نئے جنم سے پہلے
میں سیاہ ہاتھ کے ساتھ رقص کرتا ہوں
باغ کے دروازے پر تالا ہے
اور جب ہم منڈیر پر اپنے ہاتھ رکھ دیتے ہیں
تو کوئی نیا جنم اوڑھنے سے پہلے
اپنی مجبوریوں سے ہار جاتے ہیں
اور جب نئے دن کا دروازہ کھلتا ہے
تو لوگوں کے درمیان نغمے بانٹے وقت
ہم یوں جڑ جاتے ہیں
کہ ہر دھڑکن راستہ بن جاتی ہے
مگر راہزن تو راستے پر چمکتی ہر روشنی
کے دشمن ہیں
وہ اجلی آنکھوں کو دیکھ کر
حملہ آور ہوتے ہیں
گھروں کو روند ڈالتے ہیں
انہوں نے شہر میں
اداسی کو کوڑے کی طرح بکھیر دیا ہے
میں سیاہ ہاتھ کے ساتھ رقص کرتا ہوں
اور باغ کے دروازے پر تالا ہے!
اکمل نوید (anwer7star)

جمہوری نظامِ حکومت

آج ہم جس کٹھن دور سے گزر رہے ہیں اِس کی سب سے بڑی وجہ ہماری اسلام سے دوری ہے۔ ہم نے اہل مغرب کی مادّی ترقی کی آنکھوں کو چندھیا دینے والی چمک سے مرعوب ہو کر وہاں کی بے تحاشہ برائیاں اپنے یہاں درامد کر لی ہیں جن میں سے ایک جمہوری نظام حکومت ہے۔ آج سے ڈھائی ہزار سال پہلے قدیم یونان میں پیدا شدہ اس نظام کی خرابیاں خود مغربی دُنیا اچھی طرح جانتی ہے اور اُس پر ہزاروں کتابیں لکھی جاچکی ہیں مگر چونکہ اس سیاسی نظام سے سرمایہ دارانہ نظام کو تقویت ملتی ہے اس لیے دُنیا بھر میں ایک خاص گروہ اس کی حمایت اور ترویج کرتا ہے۔ یہ گروہ وہ ہے جو دنیا کے بیشتر وسائل پر قابض ہے اور بقایا کو بھی اپنے زیرِ نگیں کرنا چاہتا ہے۔ گو کہ حقیقی جمہوریت میں بعض باتیں اچھی بھی ہیں (مثال کے طور پر آزادیِ رائے کا حق) مگر چونکہ اس نظام میں خرابیاں بہت بڑی ہیں اس لیے اس نظام سے کسی خیر کی اُمید رکھنا بھی ٹھیک نہیں۔ یہ ایسا ہی ہے کہ جیسے وائین (wine) میں انسان کی صحت کے لیے کچھ اچھائیاں ضرور ہیں مگر اس کی عقل و خُرد سے بیگانہ کر دینے والی صفت ایک اتنی بڑی برائی ہے کہ اسے شریعت نے اپنی دیگر اچھائیوں کے باوجود حرام قرار دیا ہے۔ جمہوریت کے نقائص پر جتنا بھی لکھا جائے وہ کم ہے مگر یہاں ہم عوام الناس کی معلومات میں اضافہ کے لیے جمہوریت کی 10 بڑی برائیوں سے پردہ اُٹھاتے ہیں:

ا: **قانون اللہ کا یا قانون ساز اسمبلی کا؟:** بحیثیت مسلمان ہمارا ایمان ہے کہ قانون وہ ہے جو اللہ تعالی نے 14 سو سال پہلے ہمیں دے دیا۔ اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے فرائض اور حرام قرار دی ہوئی چیزیں، سنت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (یا مستحبات) اور مکروھات اب تا قیامت بدلے نہیں جاسکتے۔ اس لیے ان کے بارے میں جمہوری نظام کے تحت کسی قسم کی بھی قانون سازی ممکن نہیں۔ مثال کے طور پر اگر اللہ تعالیٰ نے سود کو حرام قرار دیا ہے تو پھر اُس کے مقابلے میں کوئی دوسرا قانون کوئی انسان، سیاستدان، ممبر یا اسمبلی نہیں بنا سکتی اور نہ ہی اس میں رتی برابر بھی تحریف کی جاسکتی ہے۔ اس لیے ایسے تمام قوانین جو اسمبلی اسلامی احکامات کی نفی میں پاس کرتی ہے وہ نہ صرف غیر اسلامی ہیں بلکہ بعض علماء تو اسے شرک سے بھی تعبیر کرتے ہیں کیونکہ جب انسانوں کی ایک اسمبلی اللہ کے قوانین کے مقابل اپنے قانون بنانا شروع کر دے تو یہ اللہ کے مقابل آنے کے مترادف ہے جو کہ صریحاً شرک ہے۔ سورۃ مائدہ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

"اور جو حکم اللہ نے نازل فرمایا ہے اس کے مطابق ان میں فیصلے کریں اور آپ ان کی خواہشات کی پیروی نہ کریں"
(المائدہ:49)

اسلامی اعتبار سے انسان قانون سازی صرف اور صرف دین کے ایک حصہ میں کر سکتا ہے جسے 'مباح' کہا جاتا ہے یعنی شریعت جس کام کی اجازت دیتی ہے اور ایسے معاملات جو زمانے کی جدّت کے ساتھ وجود میں آتے ہیں۔ مثال کے طور پر سڑک پر گاڑی چلانے کے کیا قوانین ہونے چاہئیں؟ بچوں کو کس عمر سے اسکول جانا چاہیے؟ مکان کا نقشہ ڈیویلپمنٹ اتھارٹی سے منظور ہونا

چاہیے، کسی کمپنی کو تشکیل دینے کے لیے کیا قانون ہونا چاہیے، وغیرہ، وغیرہ۔

۲: **لوگوں کی عددی گنتی بمقابلہ انفرادی شخصیت کا وزن:** یہ جمہورت کا ایک بہت ہی بڑا عیب ہے کہ اس میں لوگوں (یعنی ووٹوں) کی گنتی سے اسمبلی وجود میں آتی ہے۔ مثال کے طور پر اگر ایک حلقہ میں 1000 لوگ جاہل ہیں اور ایک ڈاکٹر عبد القدیر جیسا شخص ہے تو اس حلقہ میں وہ جیتے گا جسے جاہل ووٹ دیں گے۔ ڈاکٹر عبد القدیر خان اپنے تمام تر علم اور شخصیت کے وزن کے باوجود اپنے ووٹ کے ذریعہ کسی قابل اور اہل انسان کو اسمبلی میں نہیں لا سکتے۔ اسی لیے علامہ اقبال نے کہا ہے:

ع جمہوریت اک طرز حکومت ہے کہ جس میں
بندوں کو گنا کرتے ہیں تولا نہیں کرتے

۳: **عوام کی اکثریت کے بجائے اقلیت کی حکومت:** سب سے مزے کی بات تو یہ ہے کہ جمہوریت میں یہ نعرہ لگایا جاتا ہے: 'عوام کی حکومت، عوام کے ذریعہ، عوام کے واسطے' لیکن حقیقت اس کے بالکل برعکس ہوتی ہے۔ جمہوریت کا وہ نظام حکمرانی جو ہمارے یہاں قائم ہے اس میں عموماً ملک کی اکثریت کے بجائے اقلیت کی حکومت ہوتی ہے۔ اب حالیہ الیکشن کی ہی مثال لے لیں۔ پاکستان کی آبادی لگ بھگ 19 کروڑ ہے۔ اس میں سے صرف ٪45 یا 8.6 کروڑ رجسٹرڈ ووٹر تھے۔ یعنی آدھی سے زیادہ پاکستانیوں کا الیکشن سے کوئی لینا دینا نہیں تھا (جس میں ایک میں بھی شامل ہوں)۔ پھر 8.6 کروڑ ووٹرز میں سے 4.5 کروڑ نے ووٹ ڈالے یعنی ملک کی کل آبادی کے ایک چوتھائی سے بھی کم صرف ٪24 لوگوں نے ووٹ ڈالے (یہاں ہم ٪24 میں دھاندلی سے ڈالے گئے ووٹوں کو بھی درست مان لیتے ہیں)۔ تمام ڈالے گئے ووٹوں میں مسلم لیگ (ن) کو سب سے زیادہ یعنی 1.47 کروڑ ووٹ ملے جو پاکستان کی کل آبادی کا محض 8 فیصد ہے۔ اب دیکھیے کہ وہ جماعت کہ جس کی مخالفت ملک کی اکثریت یعنی عوام کی اکثریت نے کی وہی جماعت ملک کی نمائندہ جماعت بن کر اب حکومت کر رہی ہے۔ یہ بات صرف مسلم لیگ (ن) کی نہیں ہے نہ ہی ہمیں ان سے کسی قسم کی کوئی پرخاش ہے بلکہ ہر جمہوری حکومت ایسی ہی ہوتی ہے۔ پیپلز پارٹی کی پچھلی حکومت بھی ایسی ہی تھی اور آگے اگر PTI کی حکومت آئی تو وہ بھی ایسی ہی حکومت ہو گی۔ اس مثال سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ جمہوری نظام ہی ناقص اور عیب دار ہے۔ یہاں اس بات کی بھی وضاحت کر دیں کہ گو جمہوری صدارتی نظام میں یہ نقص کافی حد تک کم ہے مگر پھر بھی ہے ضرور۔

۴: **ووٹ ڈالنے کی عمر:** ایک طرف تو جمہوریت یہ کہتی ہے کہ 18 سال سے کم عمر عوام کو اپنی کم عمری یعنی کج فہمی کی وجہ سے ووٹ ڈالنے کا حق نہیں ہے (یعنی ہماری 40 فیصد سے بھی زیادہ آبادی کو حق نہیں اور یاد رہے کہ 13 سال بلوغت کی عمر ہے)۔ لیکن دوسری طرف غیر تعلیم یافتہ اور نادان لوگوں سے ووٹ حاصل کر کے حکومت بن جاتی ہے۔ ہم یہ ضرور مانتے ہیں کہ اگر تعلیم نہ بھی ہو تو عمر کے ساتھ ساتھ تجربہ حاصل ہوتا ہے جس کا کوئی نعم البدل نہیں مگر تجربہ کس طرح کے کام اور کس طرح کی زندگی کا ہے یہ سوال بہت اہم ہے۔ کیا امور حکومت چلانے کا تجربہ بھی کھیتی باڑی یا کپڑا بننے سے حاصل ہو سکتا ہے؟

۵:خصوصی مہارت والوں (specialists) کا چناؤ: یہ کس طرح ممکن ہے کے کہ ایک کسان، جولاہا یا راج مستری اپنے حلقہ میں سے ایک ایسے شخص کو چن کر اسمبلی میں لا سکے جو بین الاقوامی معاشیات یا سیاسیات یا دیگر خصوصی علوم کا ماہر ہو؟ ایک کسان کس قابلیت کی بنیاد پر یہ فیصلہ کرے گا کہ کون بہتر ہے؟ یہاں ہم ایک کسان کی بحیثیت انسان یا مسلمان تحقیر نہیں کر رہے بلکہ 'جس کا کام اُسی کو ساجھے' کی تشریح کر رہے ہیں۔

۶:سیاسیات اور معاشیات، وغیرہ کے مابین گڑبڑ: اکثر جمہور (ووٹروں) کو سیاسی نعروں اور مسائل کے حل میں کنفیوژن رہتا ہے۔ صرف ہمارے یہاں نہیں بلکہ اہلِ مغرب بھی یہاں مار کھا جاتے ہیں۔ ووٹ وہ سیاسی بڑھکوں کے جوش میں دیتے ہیں لیکن معاشی، معاشرتی اور دیگر معاملات حکومت چلانے کی پالیسی اور اہلیت کہیں کی جانچ اور پرکھ پس منظر میں چلی جاتی ہے۔ اگر کوئی یہ کہہ دے کہ ہم حکومت میں آکر امریکہ کو یوں کر دیں گے تو لوگ بغضِ امریکہ کی بنیاد پر اِنہیں ووٹ ڈال دیں گے۔ چاہے نعرہ مارنے والا یا جماعت باقی کسی اہلیت کی حامل ہو یہ نہیں۔

۷:اسمبلی سرمایہ داروں کی: جمہوری نظامِ سیاست کی ایک اور بڑی برائی یہ ہے کہ اس میں پارٹیاں یا انفرادی حیثیت میں لوگ خطیر رقم لگا کر الیکشن لڑتے ہیں۔ ہزاروں لاکھوں لوگوں کے پاس جا کر انہیں جھوٹے سچے طریقہ سے قائل کرتے ہیں۔ بڑے بڑے اور مہنگے ترین جلسے کرتے ہیں جلوس نکالتے ہیں۔ اب ظاہر ہے کہ جو شخص یا پارٹی اتنی بڑی سرمایہ کاری کرے گی تو وہ اس سے ہر طرح کا نفع بھی حاصل کرے گی۔ یہی وجہ ہے کہ لوگ ایڑی چوٹی کا زور لگا کر اس منافع بخش کاروبار میں شراکت چاہتے ہیں۔ اور جب حکومت ایک کاروبار بن جائے گی تو کرپشن کو فروغ نہیں حاصل ہو گا تو کس کو ہو گا؟ اور سوچیں پھر عوام کو کیا ملے گا؟

۸:حکومت کے لیے پانچ سال کا دورانیہ: کسی بھی پارٹی کے لیے ایک دورانیہ یعنی 5 سال مقرر کر دینا ٹھیک نہیں۔ اگر کوئی نااہل ہے تو اُسے ایک ماہ بھی حکومت نہیں کرنے دینی چاہیے۔ اور اگر کوئی حکومت کا اہل ہے تو چاہے ساری زندگی حکومت کرے کیا فرق پڑتا ہے؟ بلکہ عوام اور ملک کے لیے تو اچھا ہی ہے۔ بہت سے ایسے اچھے کام جمہوری حکومتیں کرتی ہی نہیں کہ جن کا نتیجہ 10 سال بعد آنے کی توقع ہو۔ یعنی ہم لانگ ٹرم پلاننگ اور ایکزیکیوشن سرے سے کرتے ہی نہیں۔

۹:حکومت میں ساجھے داری: جب حکومت ایسی بنتی ہے کہ اُس میں کولیشن پارٹنرز کی ضرورت پڑتی ہے تو لامحالہ بلیک میلنگ ہوتی ہے۔ یعنی اکثر یہ ہوتا ہے کہ جس جماعت کی نمائندگی کم ہوتی ہے وہ اپنی حیثیت سے زیادہ اختیارات کا مطالبہ کرتی ہے۔ اور پھر حکومت میں آکر وہ عوام کا استحصال کرتی ہے۔

۱۰: تعصب کی بنیاد پر ووٹ: جمہوریت میں علاقائی، لسانی، مذہبی، فرقہ واریت اور دیگر تعصبات کی بنیاد پر بھی ووٹ دیا جاتا ہے جس کا اہلیت سے کوئی سروکار نہیں ہوتا ہے۔ اور جب تعصب کو بھڑکایا جاتا ہے تو تفرقہ پروان چڑھتا ہے اور آج ہماری زبوں حالی کی ایک اہم وجہ فرقہ واریت ہے۔

★

اگرچہ جمہوری نظام کی بہت سی خرابیاں ہم نے پیچیدگیوں کی وجہ سے نہیں بیان کیں لیکن اوپر دی ہوئی 10 خرابیاں اس نظام کو انتہائی ناقص قرار دینے کے لیے کافی ہیں۔ اس لیے جب تک ہم مغرب سے درآمد شدہ اس لولی لنگڑی جمہوریت کے پیچھے بغیر کچھ سمجھے بوجھے بھاگتے رہیں گے ہم اسی طرح ذلیل و خوار ہوتے رہیں گے۔ یاد رکھیے اگر ہمیں اپنی، اپنے ملک، اپنے بچوں کی بقاء عزیز ہے اور اگر ہم دُنیا میں باعزت قوم بن کر اُبھرنا چاہتے ہیں تو ہمیں چہرے نہیں بلکہ یہ پورا نظام ہی بدلنا ہو گا۔

اب ایک ارب روپے کا سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جمہوریت کا متبادل نظام آخر کیا ہے؟ اس بارے میں ہم ان شاء اللہ علیحدہ سے لکھیں گے ورنہ اس مضمون کی طوالت ہمارے بعض قائین کو گراں گزرے گی۔

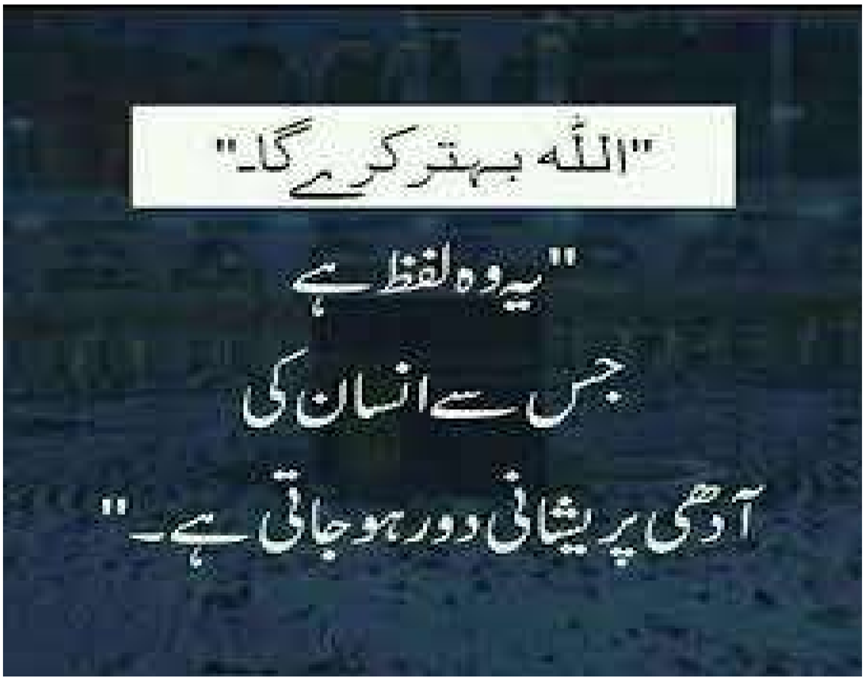

احتیاط لازم ہے

عید الاضحی کا تہوار مسلمانوں کے لیے بڑا اہم ہے۔ استطاعت رکھنے والے مسلمان حج کے لیے جاتے ہیں۔ حج پہ نہ جانے والے مسلمان اللہ کی راہ میں جانوروں کی قربانی کر کے اس بات کا عزم کرتے ہیں کہ وہ اللہ کے حکم پر اس کی راہ میں کوئی بھی قربانی کرنے سے دریغ نہیں کریں گے۔ قربانی کا گوشت عید الاضحی کا تحفہ ہے۔ سنت ابراہیمی کی پیروی میں اللہ کے حکم پر قربانی کی جاتی ہے۔ عید الاضحیٰ کے دنوں میں ہر امیر غریب کی خواہش ہوتی ہے کہ وہ قربانی کا گوشت جی بھر کے کھائے۔

عید کے دنوں میں ڈاکٹروں کے پاس مریضوں کا بھی رش ہوتا ہے۔ زیادہ تر مریض زیادہ گوشت کھانے کی وجہ سے بد ہضمی، تیزابیت، معدے میں جلن، پیٹ میں اپھارہ، قبض یا ڈائریا کا شکار ہو کر ڈاکٹروں کے پاس آتے ہیں۔ قربانی ہونے کے ساتھ ہی گھروں میں کلیجی پکائی جاتی ہے۔ قربانی کی کلیجی بہت لذیذ ہوتی ہے۔ مگر اسے کھاتے وقت احتیاط لازم ہے۔ ایک تو کلیجی بڑے اچھے طریقے سے پکی ہونی چاہیے۔ یہ بھی ذہن میں رکھیں کہ کلیجی سو فیصد کولسٹرول اور چربی پر مشتمل ہوتی ہے۔ اس لیے دل اور بلڈ پریشر کے مریض تو کلیجی کے قریب بھی نہ پھٹکیں۔ تاہم ایک دو بوٹیاں لینے میں کوئی حرج نہیں۔

آج کل گرمی بھی ہے۔ حبس بھی ہے اس لیے قربانی کا گوشت یا قربانی کی کلیجی کھانے کے بعد لیموں کا پانی ضرور لیں۔ اس سے کلیجی ہضم ہونے میں آسانی ہوتی ہے۔ زیادہ کلیجی کھانے سے پیٹ میں اپھارہ، بد ہضمی، تیزابیت اور قبض ہو سکتا ہے۔ اس لیے ضروری ہے کہ قربانی کی کلیجی کم سے کم کھائیں۔ دل کی بیماریوں میں مبتلا لوگ، ہائی بلڈ پریشر کے مریض یا جن مریضوں کی ماضی قریب میں انجیو پلائی ہوئی ہے یا دل کا بائی پاس آپریشن ہوا ہے وہ تو کلیجی کو ہاتھ تک نہ لگائیں۔

قربانی کا جانور دیکھ بھال کے لینا چاہیے۔ قربانی کے مسائل کے مطابق اور قربانی کی روح کا مد نظر رکھتے ہیں بہترین اور صحت مند جانور قربانی کے لیے لیا جائے۔ اچھی طرح تسلی کر لیں کہ جانور کے جسم پر کوئی زخم تو نہیں۔ جانوروں میں کانگو وائرس انسانوں میں منتقل ہو کر جان لیوا ثابت ہو سکتا ہے۔ قربانی کے گوشت کا صحیح استعمال ضروری ہے۔ قربانی کا فریضہ ادا کرنے والے لوگ ایک حصہ اپنے لیے رکھ سکتے ہیں مگر یہ نہیں ہونا چاہیے کہ اچھا اچھا گوشت خود رکھ لیا جائے یا اپنے قریبی عزیزوں کو بھیج دیا جائے اور غریبوں کے لیے صرف چربی والا گوشت یا چھیچھڑے رہ جائیں۔ ★

فریج یا فریزر میں زیادہ دیر تک گوشت رکھنے سے اس کی غذائی افادیت ختم ہو جاتی ہے اور اس کے ساتھ ساتھ اس میں بیکٹیریا پیدا ہونے کا بھی خدشہ ہوتا ہے۔ قربانی کے جانور ذبح کرتے وقت اس بات کا خیال رکھیں کہ جانور کو صاف جگہ پر لٹایا جائے اور اس دوران صاف پانی استعمال کیا جائے۔ گوشت کاٹتے وقت بھی صفائی کا اہتمام ضروری ہے۔ گندے پانی کے استعمال سے گوشت میں گندے پانی سے ہونے والی بیماریوں ٹائیفائیڈ، ہیضہ، ڈائریا کے جراثیم منتقل ہو سکتے ہیں۔ قربانی کا گوشت کھاتے ہوئے مندرجہ ذیل احتیاط کو ملحوظ خاطر رکھ کر آپ بہت سی تکالیف سے بچ سکتے ہیں۔

۱۔ قربانی کا گوشت پکاتے وقت اس بات کا خیال رکھیں کہ گوشت اچھی طرح صاف ہو اور صحیح طور پر پکایا جائے۔ اگر گوشت گل نہ رہا ہو تو اس کے لیے سالن میں پپیتا ڈال لیں۔ پپیتا میں اللہ نے صلاحیت رکھی اس سے گوشت گل بھی جائے گا اور لذیذ بھی بنے گا۔

۲۔ صحت مند رہنے کا بنیادی اصول یہ ہے کہ ہمیشہ بھوک رکھ کر کھانا کھائیں۔ ایک حدیث مبارکہ کا مفہوم ہے کہ کھانا کھاتے وقت پیٹ کے تین حصے کر لیں۔ ایک کھانے کے لیے ایک پانی کے لیے اور تیسرا سانس کے لیے یا معدے کی حرکات کے لیے۔ اگر اس بات پر عمل کیا جائے تو بندہ کبھی پیٹ کے امراض مثلاً اپھارہ پن، السر، تیزابیت وغیرہ کا شکار نہیں ہو سکتا۔ اس لیے ضروری ہے کہ قربانی کا گوشت کھائیں ضرور مگر احتیاط سے اور اعتدال کے ساتھ مناسب مقدار میں گوشت کھانے سے معدے پر کوئی بوجھ نہیں پڑتا۔

۳۔ گوشت کھاتے ہوئے مختلف قسم کولا اور دوسرے سوفٹ ڈرنکس سے اجتناب کریں۔ کھانے کے 15 منٹ بعد لیموں پانی استعمال کریں۔ اور اس کے علاوہ نمکین لسی بھی لے سکتے ہیں۔ اس سے گوشت ہضم ہونے میں آسانی ہو جاتی ہے۔ ترکی کے سفر کے دوران دیکھا کہ وہ گوشت خوب کھاتے ہیں مگر اس دوران سلاد، دھنیا، پودینہ، ٹماٹر، ہری مرچ اور پیاز کا خوب استعمال کرتے ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ لسی کا بھی دور چلتا ہے۔ اس لیے ضروری ہے کہ گوشت کھاتے وقت سلاد اور لسی کا استعمال ضرور کریں۔ اس سے بد ہضمی کا خدشہ نہیں رہتا۔

۴۔ اعتدال کے ساتھ گوشت کھانے کے بعد کے 15 منٹ یا آدھ گھنٹہ بعد سونف، پودینہ، دار چینی اور الائچی ڈال کر قہوہ بنا کر لیں۔ اس سے گوشت ہضم ہونے میں آسانی ہو گی۔ پیٹ میں اپھارہ بھی نہیں ہو گا۔

۵۔ گوشت کے سالن کے ساتھ تھوڑا سا اچار سلاد کے ساتھ لے لیا جائے تو اس سے کھانا آسانی سے ہضم ہو جاتا ہے۔

۶۔ گوشت کھانے کے فوراً بعد پیٹ درد، متلی قے آنے کی صورت میں فوراً ڈاکٹر یا قریبی ہسپتال سے رجوع کریں۔ زیادہ الٹیاں آنے کے صورت میں ORS کا استعمال کریں اور ساتھ ساتھ لیموں پانی بھی دیتے جائیں۔

★

۷۔ قربانی کا گوشت اگر صحیح طور پر پکا ہوا نہ ہو تو اسے بالکل استعمال نہ کریں۔ اچھی طرح پکا ہوا گوشت کھانے سے کوئی مسئلہ نہیں ہوتا۔

۸۔ قربانی کا گوشت کھاتے وقت اس بات کا ضرور خیال رکھیں کہ گوشت اعتدال کے ساتھ کھایا جائے تاکہ کسی قسم کی بد ہضمی نہ ہو۔

۹۔ جتنا زیادہ گوشت آپ غریبوں کو دیں گے۔ اتنا ہی آپ کی قربانی بارگاہ الٰہی میں زیادہ بار اور قبول ہو گی۔

۱۰۔ قربانی کا گوشت کھانے سے اگر قبض ہو جائے تو اس کے لیے اسپغول کا چھلکا اور دھی استعمال کریں۔ گوشت کے سالن میں دو چمچ Olive Oil ملانے سے قبض کا خطرہ نہیں رہتا۔ اگر قبض ہو جائے تو صبح سویرے دو چمچ Olive Oil استعمال کریں۔ زیادہ قبض کی صورت میں چار دانے تازہ انجیر رات ایک گلاس پانی میں بھگو کر رکھیں۔ اور صبح سویرے انھیں کھالیں اور ساتھ وہی پانی پی لیں۔ انشاء اللہ قبض سے نجات مل جائیگی۔ اللہ تعالیٰ نے انجیر اور زیتون میں شفا رکھی ہے۔ ان کا باقاعدہ استعمال آدمی کو بہت سی بیماریوں سے بچاتا ہے۔

۱۱۔ اکثر لوگ زیادہ گوشت کھانے سے بد ہضمی کا شکار ہو کر خود سے مختلف قسم کی دوائیں استعمال کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ جس سے دوائیوں کے مضر اثرات کی وجہ سے فائدہ کی بجائے نقصان کا احتمال ہوتا ہے۔ اس لیے ضروری ہے کہ دواؤں کے لیے بے جا اور غیر ضروری استعمال سے پرہیز کیا جائے۔ دواؤں کا استعمال ہمیشہ ڈاکٹر کے مشورہ سے ہونا چاہیے۔

۱۲ ۔بد ہضمی کے علاج کے لیے کچے ناریل کا پانی بھی بہت مفید ہے۔ لیمن گراس قہوہ پینے سے بھی پیٹ کا اپھارہ کم ہو جاتا ہے۔ کھانا کھانے کے بعد مٹھی بھر سونف لینے سے بھی بد ہضمی دور ہو جاتی ہے۔

۱۳۔ زیادہ گوشت کھانے سے ہونے والی بد ہضمی اور الٹیاں روکنے کے لیے پیاز کا جوس، پودینہ اور تین کالی مرچ ملا کر ایک گلاس گرم پانی کے ساتھ دن میں چار پانچ دفعہ استعمال کریں۔

۱۴ ۔بد ہضمی اور پیٹ کے اپھارہ پن سے بچنے کے لیے صبح سویرے نہار منہ تین چار گلاس پانی پئیں۔ گھڑے کا پانی ہو تو زیادہ بہتر ہے۔ اس سے نہ صرف نظامِ انہضام کی صفائی ہوتی ہے بلکہ فاسد مادے خارج ہوتے ہیں اور گردوں کے افعال بھی درست ہوتے ہیں۔

اوپر دی گئی تجاویز پر عمل کر کے زیادہ گوشت کھانے سے ہونے والی بد ہضمی، پیٹ درد، معدے میں تیزابیت، ڈائریا یا قبض وغیرہ پر قابو پایا جاسکتا ہے۔ مگر ایک بات یاد رکھیں۔ اللہ کی راہ میں قربان کئے ہوئے جانوروں کا گوشت کھائیں ضرور مگر احتیاط سے اور اعتدال کے ساتھ۔ ★

دلچسپ باتیں

کیا آپ جانتے ہیں

جو کھانے آپ کو بچپن میں ناپسند لگتے تھے اگر آج کھائیں تو آپ کو لذیذ لگے گیں کیوں کہ ہمارے منہ کا ذائقہ ہر سات سال بعد تبدیل ہو جاتا ہے

کیا آپ جانتے ہیں

جب آپ کسی کے ساتھ بہت زیادہ کلوز ہو جاتے ہیں تو اس کا پیغام پڑھتے وقت بھی آپ دماغ میں اس کی آواز سن پاتے ہیں

کیا آپ جانتے ہیں

ماہر نفسیات کا کہنا ہے کہ جو لوگ کالا رنگ پسند کرتے ہیں وہ ذہنی طور پر بہت رنگین مزاج ہوتے ہیں

کیا آپ جانتے ہیں

سائنسدانوں نے کہا ہے کہ مرغی انڈے سے پہلے بنی ہے کیوں کہ انڈے کے چھلکے میں جو پروٹین استعمال ہوتی ہے وہ صرف مرغی بنا سکتی ہے

کیا آپ جانتے ہیں

زمین پر جتنی چونٹیاں ہیں ان کا وزن زمین پر موجود انسانوں سے زیادہ ہے

کیا آپ جانتے ہیں

ماہر نفسیات کا کہنا ہے کہ دکھ تکلیف آپ کو مضبوط بناتے ہیں خوف آپ کو بہادر اور دل کا ٹوٹنا آپ کو ذہین بناتا ہے

کیا آپ جانتے ہیں

خواب کی لمبائی زیادہ سے زیادہ بیس منٹ تک ہی ہوتی ہے

کیا آپ جانتے ہیں

اپنا نام سنا جب کوئی بھی آپ کو نا بلا رہا ہو تو یہ اچھی دماغی صحت کی علامت ہے

کیا آپ جانتے ہیں

الاسکا میں سورج اٹھارہ نومبر کو ڈوبتا ہے اور ستائیس نومبر کو ابھرتا ہے اس دوران وہاں صرف اندھیرا رہتا ہے

کیا آپ جانتے ہیں

لپسٹک آج سے چار ہزار سال پہلے ایجاد ہوئی تھی

میسوپوٹیمیا کی خواتین پہلے قیمتی موتیوں کے بورے یا ان کو پیس کر اس پاؤڈر سے ہونٹ سجاتی تھیں

کیا آپ جانتے ہیں

مچھروں کو او بلڈ گروپ پینا زیادہ پسند ہے

کیا آپ جانتے ہیں

دوسرے نمبر والے بچے والدین کو زیادہ تنگ کرتے ہیں

کیا آپ جانتے ہیں

جیمز فکس وہ آدمی تھا جس نے جوگنگ کا لفظ معترف کرایا تھا اور ایک دن جوگنگ کرتا ہوا ہارٹ اٹیک سے مر گیا

کیا آپ جانتے ہیں

اپنے محبوب شخص کے ساتھ سونا آپ کی زندگی بڑھا دیتا اور آپ کے ڈپریشن میں کمی لاتا ہے

کیا آپ جانتے ہیں

اگر آپ سارا دن بنا ریسٹ کیے کام کریں تو تو آپ کو سونے میں مسلہ ہوتا ہے کیوں کہ آپ کا دماغ وہ ساری باتیں سوچنے اور کرنے لگتا ہے جو وہ دن کی مصروفیت کی وجہ سے نہیں کر پایا

کیا آپ جانتے ہیں

دل کا نشان ❤ کیوں ہوتا ہے کیوں کہ یہ دو اصلی دلوں کو جوڑ کر بنایا جاتا ہے اسی لیے محبت کی علامت کے طور پر استعمال ہوتا ہے

اذان کا احترام

"بیٹی مریم! ٹی وی بند کرو اذان ہو رہی ہے"۔ "اچھا ماما جان! بند کرتی ہوں" مریم نے جواب دیا، مگر ٹی وی چلتا رہا۔ "سنا نہیں؟ ٹی وی بند کرو" اب ماما نے تیز آواز میں کہا۔

ابھی کرتی ہوں "ریموٹ نہیں مل رہا" مریم نے کہا۔ اتنے میں فاطمہ کی آواز آئی مجھے ثمرن نے چٹکی کاٹی ہے جبکہ ثمرن چلانے لگی پہلے مجھے فاطمہ نے دھکا دیا۔ (ٹی وی چل رہا ہے) آخر تنگ آ کر ماما کچن سے باہر آئیں دیکھا کہ بچے آپس میں دھینگا مشتی کر رہے ہیں۔

ریموٹ موسیٰ نے پکڑا ہے جو کارٹون دیکھنے کی ضد کر رہا ہے۔ اتنی دیر میں اذان بھی ختم ہو گئی۔ ماما اپنا ماتھا پیٹ کر رہ گئیں کہ ان بچوں کو یہ احساس ہی نہیں ہے کہ اذان کا جواب دینا واجب ہے، یہ تو اللہ کی طرف سے پکار ہے۔

جب والدین کی آواز پر نہ آنا گناہ ہے تو اللہ کے حکم کو نظر انداز کرنا کتنا بڑا گناہ ہے۔

ہمارا فرض ہے کہ تمام دنیاوی کام کاج چھوڑ کر پہلے اذان کا جواب دیا جائے پھر نماز کا اہتمام کریں، اِسکے بعد دنیاوی کاموں میں دلچسپی لیں۔ میں تمہارے پاپا کو بتاؤں گی کہ تم نے آج کیا کیا؟ رات کو جب اُن کے پاپا آئے تو ماما نے سارا قصہ کہہ سنایا۔

پاپا نے بچوں کو اپنے ساتھ بیٹھا کر بتایا؛ "پیارے بچو! دنیا میں سب سے زیادہ بلند ہونے والی آواز اذان کی ہی ہے۔ یہ واحد آواز ہے جو ہر لمحہ دنیا میں گونجتی رہتی ہے۔ اِسکا جواب دینے والے پر فرشتے رحمت برساتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی رحمتیں نازل ہوتی ہیں۔

سب سے بڑی بات یہ ہے کہ جتنا ثواب اذان دینے والے جو ملتا ہے، اتنا ہی ثواب گھر، دفتر یا باہر کہیں بھی بیٹھے فرد کو اِس کا جواب دینے سے ہوتا ہے۔ پاپا نے اُنہیں ایک تاریخی واقعہ بھی سنایا "خلیفہ ہارون الرشید کی بیوی ملکہ زبیدہ نے مکہ شریف اور مدینہ شریف کے درمیان حاجیوں کی سہولت کیلئے ایک نہر کھدوائی تھی۔

خلیفہ وقت نے اُسکا نام "نہر زبیدہ" رکھ دیا تھا۔ جب ملکہ زبیدہ کا وصال ہوا تو ایک معزز عورت نے ملکہ کو خواب میں دیکھا اور پوچھا؛ "تیرے ساتھ خدا نے کیا معاملہ کیا؟" ملکہ نے کہا؛ "اللہ تعالیٰ نے مجھے بخش دیا" "اس عورت نے پوچھا؛ کیا نہرو زبیدہ کی وجہ سے؟" ملکہ نے کہا؛ نہیں اذان کے احترام کی وجہ سے۔

مجھے ایک مرتبہ سخت پیاس لگی تھی، میں نے خادمہ کو پانی لانے کیلئے کہا۔ جو نہی خادمہ پانی لائی، اذان شروع ہو گئی۔ میں نے پانی نہیں پیا بلکہ اذان کا جواب دینے لگی۔ بس یہی نیکی میرے اللہ نے قبول فرمالی اور مجھے بخش دیا" دیکھا بچو! اذان کا احترام اور جواب دینے پر اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو کتنا بڑا انعام دیتا ہے۔

سب بچوں نے وعدہ کیا کہ آئندہ وہ اذان کا احترام کیا کریں گے۔ میری بھی تمام بچوں سے گزارش ہے کہ اذان کا احترام کیا کریں اور نماز بھی پابندی سے پڑھیں۔

★

غزل

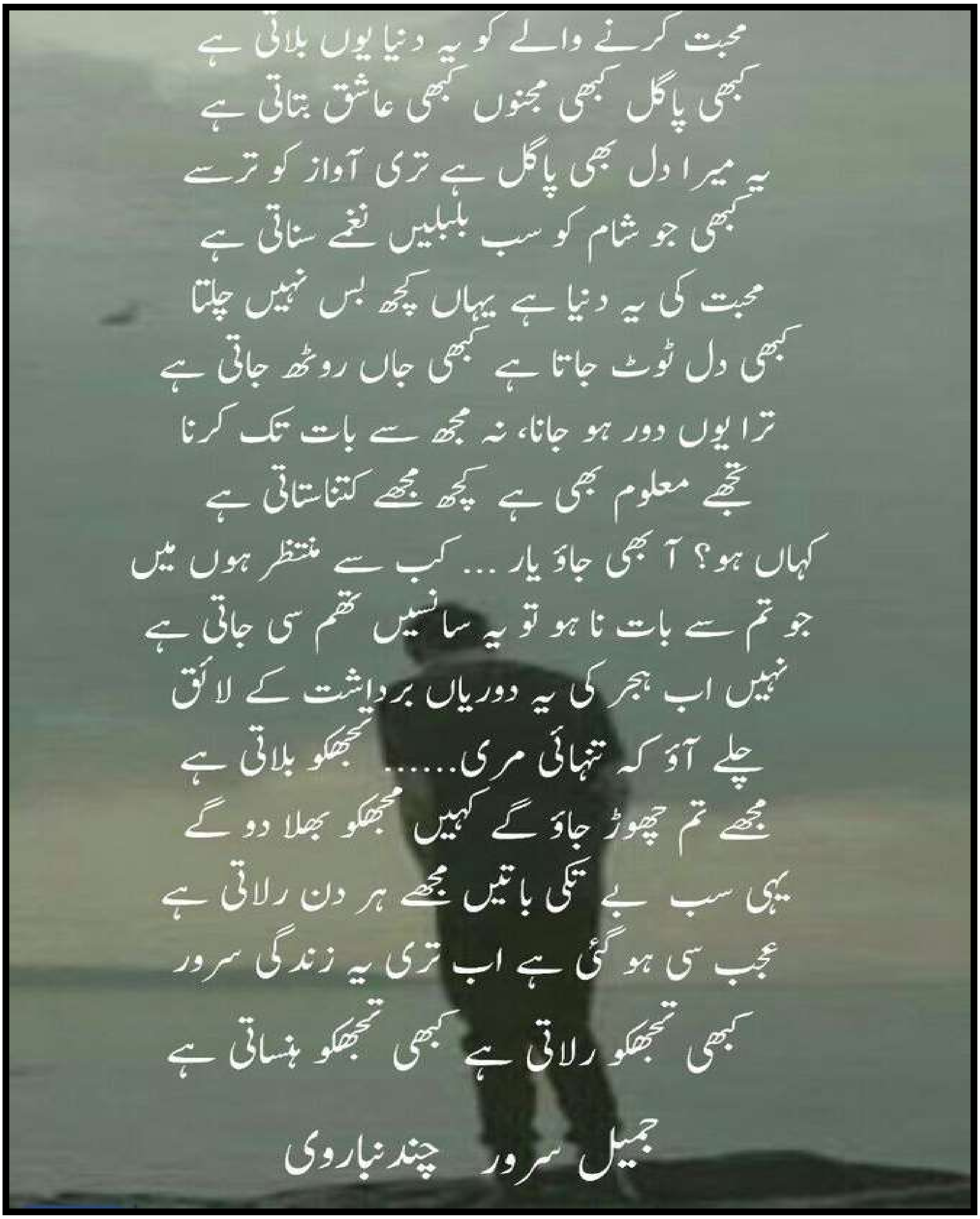
محبت کرنے والے کو یہ دنیا یوں بلاتی ہے
کبھی پاگل کبھی مجنوں کبھی عاشق بتاتی ہے
یہ میرا دل بھی پاگل ہے تری آواز کو ترسے
کبھی جو شام کو سب بلبلیں نغمے سناتی ہے
محبت کی یہ دنیا ہے یہاں کچھ بس نہیں چلتا
کبھی دل ٹوٹ جاتا ہے کبھی جاں روٹھ جاتی ہے
ترا یوں دور ہو جانا، نہ مجھ سے بات تک کرنا
تجھے معلوم بھی ہے کچھ مجھے کتناستاتی ہے
کہاں ہو؟ آ بھی جاؤ یار ... کب سے منتظر ہوں میں
جو تم سے بات نا ہو تو یہ سانسیں تھم سی جاتی ہے
نہیں اب ہجر کی یہ دوریاں برداشت کے لائق
چلے آؤ کہ تنہائی مری...... تجھکو بلاتی ہے
مجھے تم چھوڑ جاؤ گے کہیں مجھکو بھلا دو گے
یہی سب بے تکی باتیں مجھے ہر دن رلاتی ہے
عجب سی ہو گئی ہے اب تری یہ زندگی سرور
کبھی تجھکو رلاتی ہے کبھی تجھکو ہنساتی ہے
جمیل سرور چندناروی

خوشحال آدمی کیسے بنا جائے؟

۱-اپنے دن کی شروعات نماز فجر اور صبح کے اذکار سے کیجئے تاکہ آپ فلاح و کامرانی سے سرفراز ہو سکیں۔

۲-برابر استغفار کرتے رہیں تاکہ شیطان آپ سے مکمل مایوس ہو جائے۔

۳-دعا کرنا کبھی نہ چھوڑیں کیونکہ یہی نجات کا راستہ ہے۔

۴-یاد رکھئے آپ کی زبان سے نکلنے والے ہر ہر لفظ کو فرشتے لکھ رہے ہیں۔

۵-ہمیشہ اچھی امید رکھیں اگرچہ آپ کتنے ہی مشکل حالات سے دوچار ہوں۔

۶-انگلیوں کی خوبصورتی اس کے ذریعے تسبیح کرنے میں ہے۔

۷-جب غموں کا ہجوم ہو اور مشکلات کی آمد ہو تو لا الہ الا اللہ پڑھیں۔

۸-غریبوں اور مسکینوں پر خرچ کر کے ان سے دعائیں اور محبتیں حاصل کریں۔

۹-کچھ بولنے سے پہلے سوچیں کیونکہ الفاظ بھی قاتل ہوتے ہیں۔

۱۰-مظلوم کی بد دعا اور محروم کے آنسو سے بچو۔

۱۱-اخبار و جرائد کا مطالعہ کرنے سے پہلے قرآن کی تلاوت کریں۔

۱۲-آپ خود اپنے گھر والوں کو صحیح راستے پر رکھنے کا ذریعہ بنیں۔

۱۳-اپنے نفس کو نیکی پر آمادہ کرنے کی کوشش کریں کیونکہ نفس انسان کو برائیوں کی طرف لے جاتا ہے۔

۱۴-اپنے والدین کو عزت و احترام دے کر رب کی خوشنودی حاصل کریں۔

۱۵-آپ کے پرانے کپڑے غریبوں کے لئے نئے ہیں۔

۱۶-غصہ نہ کریں زندگی بہت مختصر ہے۔

۱۷-یاد رکھو تمہارے ساتھ وہ ذات ہے جو سب سے زیادہ غنی اور طاقتور ہے۔

۱۸-گناہ کی وجہ سے دعا کرنا بند مت کرو۔

۱۹-مشکلات و مصائب میں نماز بہترین معاون و مدد گار ہوتی ہے۔

۲۰-پر سکون زندگی گزارنا چاہتے ہو تو بد گمانیوں سے بچو۔

۲۱-ہر مصیبت اور بلا کی جڑ اللہ سے منہ موڑنا ہے اس لیے اللہ کی طرف رجوع کرو۔

۲۲-ایسی نماز پڑھو جو تمہیں تمہارے قبر میں کام آئے۔

۲۳-جب تم کسی کو غیبت کرتے ہوئے سنو تو اس سے کہو کہ اللہ سے ڈرو۔

۲۴-سورت تبارک الذی پابندی سے پڑھو کیونکہ یہ نجات دینے والی سورۃ ہے۔

۲۵- محروم وہ ہے جو خشوع و خضوع والی نماز اور آنسو بہانے والی آنکھ سے محروم ہو۔

۲۶- بھولے بھالے ایمان والوں کو تکلیف مت دو۔

۲۷-ساری محبت اللہ اور اس کے رسول کے لیے کرو۔

۲۸-جو تمہاری غیبت کرے اسے معاف کر دو کیونکہ اس نے تمہیں مفت میں اپنی نیکیاں دے دی ہیں۔

۲۹- نماز تلاوت اور ذکر و اذکار گلے کا خوبصورت ہار ہیں۔

۳۰-اگر رات کی تاریکی ختم ہو گی تو تکلیف بھی عنقریب دور ہو گی، بحران بھی ختم ہو گا اور پریشانی بھی گزر جائے گی۔

۳۱-فضول باتوں سے اپنے آپ کو دور رکھو کیونکہ آپ کے پاس اس سے بھی بڑے بڑے کرنے کے کام ہیں۔

۳۲- خشوع و خضوع کے ساتھ نماز پڑھو کیونکہ نماز کے علاوہ جو بھی چیزیں آپ کی منتظر ہیں وہ اس سے کم درجہ کی ہیں۔

۳۳- قرآن پاک اپنے سرہانے رکھو کیونکہ ایک آیت کا پڑھنا دنیا مافیہا سے بہتر ہے۔

۳۴-دنیا خوبصورت ہے مگر تم اپنے ایمان کے ساتھ اس سے زیادہ خوبصورت ہو۔

۳۵-جو دوزخ کی آگ کو یاد رکھے گا وہ برائی سے دور رہے گا۔

۳۶-خشوع و خضوع کے ساتھ کیا گیا ایک لمبا سجدہ بہت سے محلوں سے بہتر ہے۔ اللہ مجھ سمیت ہم سب کو عمل کی توفیق دے آمین.

★

پیاز کی باتیں

دور کسی جگہ ایک سر سبز اور زر خیز میدان میں مختلف سبزیوں کی حکمرانی تھی۔ یہاں کسی انسان کا گزر نہیں تھا۔ وہ آزادی سے کھیلتی کودتی تھیں۔ سب میں بڑا اتحاد تھا۔ صرف ایک پیاز ہی تھی، جس سے سب دور رہتے تھے۔

وہ سوچتی کہ شاید مجھ سے ہی کوئی خطا ہوئی ہے، اس لیے کوئی سبزی دوستی اور محبت کا ہاتھ نہیں بڑھاتی ہے۔

جب بھی پیاز ان کے قریب آتی تو سب ناک بھنویں چڑھا کر بھاگ جاتے۔ ہری مرچ بیگم تو ہمیشہ کہتی: ”آئے ہائے اس میں سے تو بدبو آتی ہے“ اور ناک سکیڑ کر چلی جاتی۔

خالو ٹماٹر بھی کم نہیں تھے۔ ہاں میں ہاں ملاتے اور کہتے: ”جب بھی پیاز ہمارے پاس آتی ہے تو ہماری آنکھوں میں جلن ہونے لگتی ہے۔“

یوں ہر سبزی کو پیاز سے کوئی نہ کوئی شکایت تھی۔

پیاز یہ سب سن کر افسردہ ہو جاتی اور رونے لگتی۔

ایک دن کھیت میں کھیلتے ہوئے آلو میاں اپنی آنکھیں ملنے لگے۔

”ارے کیا ہوا آلو میاں! تمھاری آنکھیں اتنی سرخ کیوں ہو رہی ہیں؟“ بی بی پالک نے خوف زدہ ہو کر پوچھا۔

”جب آلو میاں نے آئینے میں اپنی صورت دیکھی تو بے اختیار چیخ نکل گئی اور انھوں نے اِدھر اُدھر لڑ ھکتے ہوئے کہا: ”ہائے! یہ کیا ہوا، میری گول مٹول آنکھوں کو۔

“اور پھر تکلیف سے رونا شروع کر دیا۔

”ارے یہ تو آنکھوں کی وبا لگتی ہے۔“ بی بی پالک نے کہا۔

ایک دن شدید گرمی تھی۔ ہری مرچ بیگم چکراتی ہوئی آئیں اور گر گئیں۔ گرمی کی شدت سے لُو لگ گئی۔

ابھی آلو میاں اور مرچ بیگم تکلیف سے ہائے ہائے کر ہی رہے تھے کہ بھنڈی چِلاّتی ہوئی آئی: ”ارے بچاؤ! مجھے شہد کی مکھی نے کاٹ لیا۔

ارے ہے کوئی جو ہماری ان تکلیفوں کا علاج کرے۔“

بھنڈی نے زار و قطار روتے ہوئے کہا تو سارے علاقے میں شور مچ گیا۔ ہر طرف سے ہائے ہائے کی آوازیں آنے لگیں۔

آخر نانی گاجر نے گھبرا کر ڈاکٹر بینگن کو ساری سبزیوں کی بیماری تفصیل سے بتائی۔

ڈاکٹر بینگن نے سب حال غور سے سنا اور فوراً مریضوں کے پاس پہنچے۔ ڈاکٹر بینگن نے ایک ایک کر کے دوبارہ سبزیوں کی بیماری پوچھی اور نتیجہ یہ نکلا کہ ان سب بیماری اور تکالیف کا علاج پیاز میں موجود ہے۔ ★

یہ سن کر تمام سبزیاں حیرت میں پڑ گئیں۔

ڈاکٹر بیگن نے سب کو پیاز کے فائدے بتائے کہ پیاز بہت مفید اور طاقت ور ہوتی ہے۔ اس کے کھانے سے خون صاف ہوتا ہے اور گرمی میں کھانے سے یہ لُو کے اثرات سے بچاتی ہے۔" پیاز بھی خاموشی سے سنتی رہی۔

ڈاکٹر بیگن نے مزید بتایا کہ ہماری پیاری دوست پیاز میں یہ خوبی ہے کہ یہ آنکھوں کے لیے بھی مفید ہوتی ہے اور آنکھوں میں جراثیم کا خاتمہ کرتی ہے۔

اس کو گھِس کر لگانے سے شہد کی مکھی کے ڈنک کا زخم بھی ٹھیک ہو جاتا ہے۔

ڈاکٹر بیگن نے یہ بھی بتایا کہ پیاز کی طاقت جان کر یونان کا بادشاہ سکندر اعظم جنگ سے پہلے اپنے سپاہیوں کو پیاز کھانے کو دیتا تھا۔ دیکھا قدرت نے پیاز میں کتنے فائدے رکھے ہیں۔"

یہ سب سن کر ساری سبزیاں شرمندہ ہو گئیں اور سب نے پیاز سے دوستی کا ہاتھ بڑھایا۔ پیاز نے ایک ایک کر کے سب سبزیوں کو گلے لگایا اور سب کی بیماری اور تکلیف دور کی۔

ڈاکٹر بیگن نے بھی اطمینان کی سانس لی۔

پھر تمام سبزیوں نے ڈاکٹر بیگن اور پیاز کے ساتھ صحت یابی کا جشن منایا۔

★

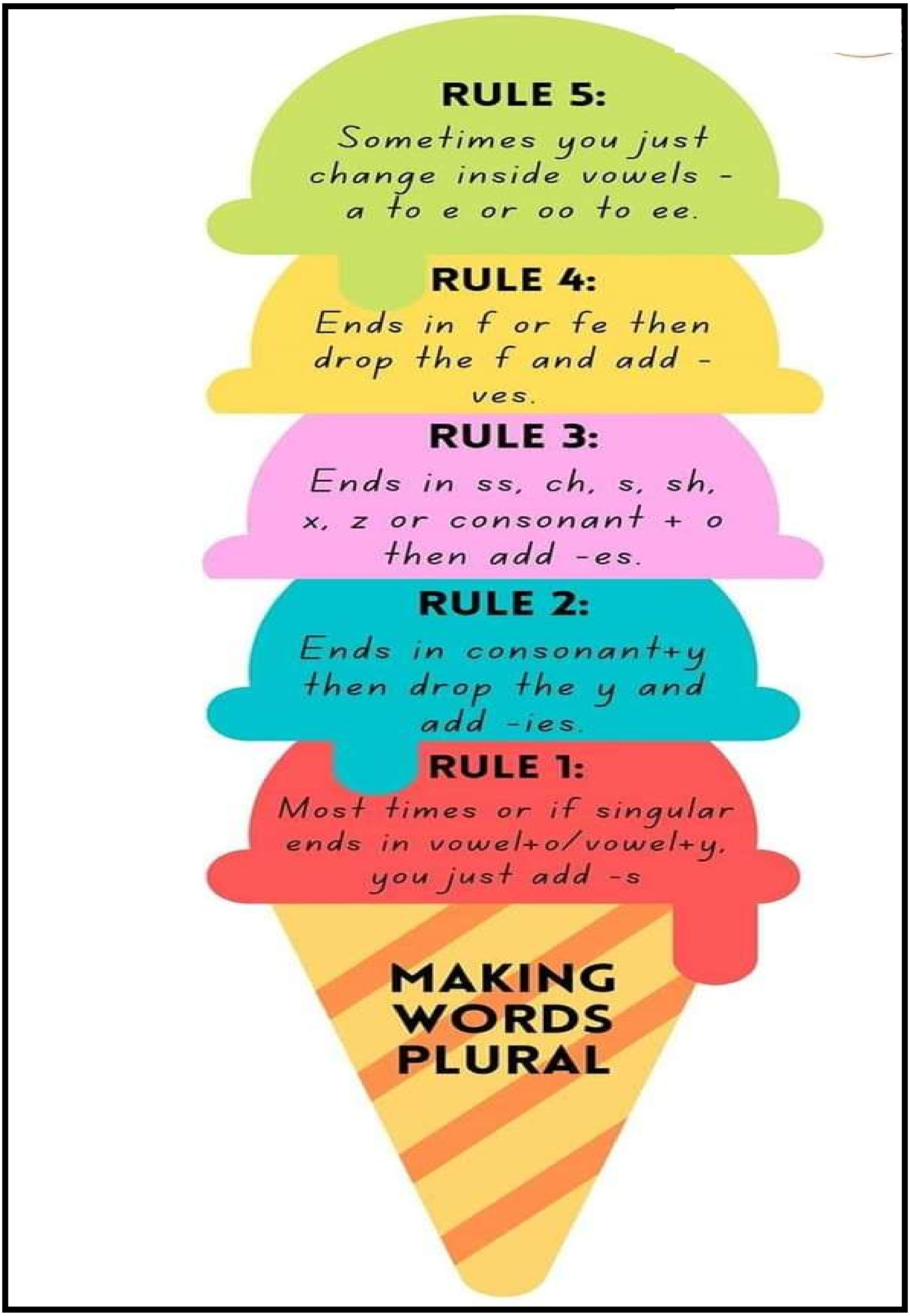
RULE 5:
Sometimes you just change inside vowels - a to e or oo to ee.
RULE 4:
Ends in f or fe then drop the f and add -ves.
RULE 3:
Ends in ss, ch, s, sh, x, z or consonant + o then add -es.
RULE 2:
Ends in consonant+y then drop the y and add -ies.
RULE 1:
Most times or if singular ends in vowel+o/vowel+y, you just add -s
MAKING WORDS PLURAL

Common Mistakes
Dz Page
I'm going home now. See you tomorrow.
I'm going outside.
I'm going inside.
I have to go downtown later.
I'm going to home now. See you tomorrow.
I'm going to outside.
I'm going to inside.
I have to go to downtown later.

Common Mistakes
Dz Page
My brother is10(years old).
My brother has10 years.
I am 28.
I have 28 years.
You cannot say :
I am 28 years.
I am 28 old.
Simply say : I am 28.
You do not need to say "years old" (This is optional)

Common Mistakes
Dz Page
I didn't meet anybody.
We didn't see anything.
I don't know anything about computers.
I didn't meet nobody.
We didn't see nothing.
I don't know nothing about computers.

Common Mistakes
Dz Page
Look forward to+ a gerund
(verb in the -ing form)
I look forward to meeting you.
I look forward to hearing from you soon.
Look forward to+ infinitive
I look forward to meet you.
I look forward to hear from you soon.

جانوروں کے حقوق

حضور اکرم ﷺ کی شانِ رحیمی و کریمی نہ صرف یہ کہ انسانوں کے ساتھ مخصوص تھی، بلکہ آپ ﷺ کی شانِ رحمت کی وسعت نے جانوروں کے حقوق کے لیے بھی جدوجہد کی اور ان کو اپنے رحم و کرم کے سایہ سے حصہ ٔوافر عطا کیا، جانوروں کے ساتھ نبی کریم ﷺ کے برتاؤ اور ان کے حقوق کی ادائیگی کی تاکید، ان کے ساتھ بہترین سلوک کی دعوت کی روشنی میں اپنے جانوروں کے ساتھ برتاؤ کا بھی جائزہ لیں کہ کیا ہمارا جانوروں کے ساتھ وہی برتاؤ ہے جس کی تاکید نبی کریم ﷺ نے کی ہے؟ یا ہم جانوروں کے حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی سے کام لے کر عذاب اور وعیدوں کے مستحق بن رہے ہیں؟ اللہ کا بڑا فضل ہے کہ اللہ عزوجل نے چھوٹے سے لے کر بڑے جانور تک کو ہمارے تابع اور زیر دست کر دیا ہے، ایک چھوٹا سا بچہ ایک بڑے اونٹ کی مہار تھامے لیے جاتا ہے، یہ بس اللہ عزوجل کی کرم فرمائی اور انسانیت کے ساتھ اس کا فضل ہے کہ ایک بڑے جانور کو ایک چھوٹا بچہ بھی اپنے تابع کیے دیتا ہے، ورنہ یہ ضعیف اور ناتواں انسان کی کیا حیثیت کہ وہ اس قدر بڑے اور قوی ہیکل، تند و مند، اس سے کئی کئی گنا بھاری بھر کم جسم و جثہ کے مالک جانوروں کو رام کر سکے؟ جانوروں میں خیر و خوبی جانورں کی اہمیت اور ان خوبیوں اور خصوصیات کو بتلانے کے لیے یہ بتلا دینا کافی ہے کہ قرآن کریم نے متعدد جانوروں اور حیوانات کا تذکرہ کیا ہے، اتنا ہی نہیں، بلکہ کئی ایک سورتیں جانوروں کے نام سے موسوم ہیں، جیسے: سورۃ البقرۃ (گائے)، الأنعام (چوپائے)، النحل (شہد کی مکھی)، النمل (چیونٹی)، العنکبوت (مکڑی)، الفیل (ہاتھی)۔ اور ایک جگہ اللہ عزوجل نے جانوروں کے فوائد و خصائص اور ان کے منافع کو یوں بیان کیا:

”اور اس نے چوپائے پیدا کیے، جن میں تمہارے لیے گرم لباس ہیں اور بھی بہت سے منافع ہیں اور بعض تمہارے کھانے کے کام آتے ہیں، ان میں تمہاری رونق بھی ہے جب چرا کر لاؤ تب بھی اور جب چرانے لے جاؤ تب بھی، اور وہ تمہارے بوجھ ان شہروں تک اٹھالے جاتے ہیں جہاں تم آدھی جان کیے نہیں پہنچ سکتے تھے، یقیناً تمہارا رب بڑا شفیق اور نہایت مہربان ہے۔“

(النحل:۵-۸)

حضور اکرم ﷺ نے بعض جانوروں کے صفاتِ حمیدہ اور اُن کے معنوی اور اخلاقی خوبیوں کے حامل ہونے کی وجہ سے ان کے ساتھ احسان اور سلوک کا حکم کیا ہے، گھوڑے کے تعلق سے فرمایا:

”گھوڑے کے ساتھ روز قیامت تک خیر وابستہ ہے۔“ (مسلم، باب الخیل فی نواصیہا: حدیث: ۴۹۵۵)

اور ایک روایت میں فرمایا:

”اونٹ اپنے مالک کے لیے عزت کا باعث ہوتا ہے اور بکری میں خیر وبرکت ہے۔“(ابن ماجہ، باب اتخاذ الماشیہ، حدیث:۲۳۰۵)

اور ایک حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”مرغ کو گالی نہ دو چونکہ وہ نماز کے لیے جگاتا ہے۔“ (ابو داؤد، باب ماجاء فی الدیک، حدیث:۵۱۹۱)

جانوروں کے ساتھ احسان وسلوک اجر وثواب کا باعث آپ ﷺ نے جانوروں کے ساتھ احسان کا حکم دیا اور اس کو اجر وثواب کا باعث بتلایا حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ:

”بدکار عورت کی بخشش صرف اس وجہ سے کی گئی کہ ایک مرتبہ اس کا گزر ایک ایسے کنویں پر ہوا جس کے قریب ایک کتا کھڑا پیاس کی شدت سے ہانپ رہا تھا اور قریب تھا کہ وہ پیاس کی شدت سے ہلاک ہو جائے، کنویں سے پانی نکالنے کو کچھ تھا نہیں، اس عورت نے اپنا چرمی موزہ نکال کر اپنی اوڑھنی سے باندھا اور پانی نکال کر اس کتے کو پلایا، اس عورت کا یہ فعل بارگاہِ الٰہی میں مقبول ہوا اور اس کی بخشش کر دی گئی۔“

(مسلم، باب فضل ساقی البہائم، حدیث:۵۹۹۷)

ایک شخص نے نبی کریم ﷺ سے عرض کیا کہ:

اے اللہ کے رسول! میں اپنے حوض میں پانی بھرتا ہوں اپنے اونٹوں کو پانی پلانے کے لیے، کسی دوسرے کا اونٹ آکر اس میں سے پانی پیتا ہے تو کیا مجھے اس کا اجر ملے گا؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”ہر تر جگر رکھنے والے میں اجر وثواب ہے۔“

(مسند احمد، مسند عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ، حدیث:۷۰۷۵)

جانوروں کے ساتھ بد سلوکی پر آنحضرت ﷺ کی ذکر کردہ وعیدیں نبی کریم ﷺ نے جانوروں کے ساتھ حسن سلوک کی تاکید اور بد سلوکی کو عذاب وعقاب اور سزا کی وجہ گردانا اور انتہائی درجہ کی معصیت اور گناہ قرار دیا اور انسانی ضمیر جھنجوڑنے والے سخت الفاظ استعمال فرمائے، چنانچہ حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”ایک عورت کو اس لیے عذاب دیا گیا کہ وہ بلی کو باندھ کر رکھتی تھی، نہ کھلاتی نہ پلاتی اور نہ اس کو چھوڑ دیتی کہ چر چگ کر کھائے۔“ (مسلم، باب تحریم قتل الہرۃ، حدیث:۵۹۸۹)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

”رسول اللہ ﷺ کے پاس سے ایک گدھا گزرا، جس کے منہ پر داغا گیا تھا، آپ ﷺ نے اس کو دیکھ کر فرمایا: اس شخص پر لعنت ہو جس نے اس کو داغا ہے۔“(مسلم: باب النہی عن ضرب الحیوان فی وجہہ، حدیث:۵۶۷۴)

اور ایک روایت میں ہے:

”رسول اللہ ﷺ نے چہرے پر مارنے اور داغنے سے منع فرمایا ہے۔“

★

(مسلم: باب النہی عن ضرب الحیوان فی وجہہ، حدیث:۵۶۷۴)

اور ایک روایت میں ہے کہ:

''غیلان بن جنادہ کہتے ہیں کہ میں نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے پاس اونٹ پر آیا جس کی ناک کو میں نے داغ دیا تھا، رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: اے جنادہ! کیا تمہیں داغنے کے لیے صرف چہرے کا عضو ہی ملا تھا، تم سے تو قصاص ہی لیا جائے۔''

(مجمع الزوائد، باب ماجاء فی وسم الدواب، حدیث:۱۳۲۴۳)

جانوروں کو لڑانے، چھیڑ خوانی کرنے پر آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی ممانعت آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے نہ صرف یہ کہ گھریلو جانوروں کے ساتھ بد سلوکی اور بے جا مار پیٹ کی ممانعت کی، بلکہ غیر پالتو جانوروں کو بھی بے جا پریشان کرنے اور ان سے چھیڑ خوانی کو منع فرمایا۔ حضرت ابنِ عباس رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ سے روایت ہے:

''رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے جانوروں کو آپس میں لڑانے سے منع فرمایا ہے۔''

(ترمذی: باب کراہیۃ التحریش بین البہائم: حدیث:۱۷۰۹)

حضرت عبد الرحمن بن عبد اللہ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا:

''ایک مرتبہ ہم لوگ رسول کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے ہمراہ سفر میں تھے، جب ایک موقع پر آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم قضائے حاجت کے لیے تشریف لے گئے تو ہم نے ایک چڑیا کو دیکھا جس کے ساتھ دو بچے تھے، ہم نے ان دونوں بچوں کو پکڑ لیا، اس کے بعد چڑیا آئی اور اپنے بچوں کی گرفتاری پر احتجاج کرنے لگی، جب نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم تشریف لے آئے، آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے حمرہ کو اس طرح بیتاب دیکھا تو فرمایا کہ کس نے اس کے بچوں کو پکڑ کر اس کو مضطرب کر رکھا ہے؟ اس کے بچے اس کو واپس کر دو۔'' (ابو داؤد: باب فی کراہیۃ قتل الذر، حدیث ۵۲۶۸)

حضرت ابنِ عمر رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ سے روایت ہے کہ:

''ان کا گزر قریش کے چند نوجوانوں کے پاس سے ہوا جو کسی پرندہ یا مرغی کو نشانہ بنا رہے تھے، حضرت ابنِ عمر رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ نے ان کو دیکھا تو وہ وہاں سے منتشر ہو گئے، اور فرمایا کہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اس شخص پر لعنت فرمائی ہے جو کسی جاندار چیز کو باندھ کر اس پر نشانہ لگائے۔''

(مسلم: باب النہی عن صبر البہائم، حدیث:۱۹۵۷)

حضرت مقداد بن معد یکرب سے روایت ہے کہ: ''رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے چوپایوں کے چہرے پر مارنے سے منع فرمایا ہے۔''

(مجمع الزوائد: باب النہی عن الضرب علی الوجہ والنہی عن سبہ)

مذبوح جانوروں کے ساتھ حسن سلوک کی تاکید آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ذبح کیے جانے والے جانوروں کے ساتھ بھی حسن سلوک کی تاکید فرمائی:

"جب تم ذبح کرو تو اچھے طریقے سے ذبح کرو، اپنی چھری کو تیز کر لو اور جانور کو آرام دو"(ترمذی: باب النہی عن المثلۃ، حدیث:۱۴۰۹)

امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

"جانور کے ساتھ احسان اور بھلائی یہ ہے کہ اس کو مذبح تک کھینچ کر نہ لے جایا جائے۔"(مجلۃ الجامعۃ الاسلامیۃ، حقوق الحیوان، ج:۱۱، ص:۴۶۱)

فقہاء نے ذابح کو ذبیحہ کے سامنے چھری تیز کرنے سے منع فرمایا ہے اور اس کو بری طرح سے لٹانے سے منع کیا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے بکری کو لٹایا اور اپنی چھری کو تیز کرنے لگا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"کیا تم اس کو دو موت مارنا چاہتے ہو؟ کیوں تم نے اپنی چھری کو اس کے لٹانے سے پہلے تیز نہیں کر لیا؟"

(مستدرک حاکم، کتاب الذبائح، حدیث:۷۵۷۰)

ایک حدیث میں ہے کہ ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے کہا:

"یارسول اللہ! جب میں بکری کو ذبح کرتا ہوں تو مجھے اس پر رحم آتا ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:"اگر تم بکری پر رحم کرتے ہو تو خدا تم پر رحم کرے گا۔"(مجمع الزوائد، باب النہی عن صبر الدواب والتمثیل بہا، حدیث:۶۰۲۹)

حضرت حین بن عطاء رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ فرمایا کہ:

"ایک قصاب نے بکری کو ذبح کرنے کے لیے اس کے کوٹھے کا دروازہ کھولا تو وہ بھاگ پڑی، اس نے اس کا پیچھا کیا اور اس کو اس کے پیر سے کھینچ کر لانے لگا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:"اے قصاب! اس کو نرمی سے کھینچ لاؤ۔" (مصنف عبد الرزاق، باب سنۃ الذبح، حدیث:۸۶۰۹)

موذی جانوروں کو مارنے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اِحسان کا حکم کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے موذی اور تکلیف دہ جانوروں کو مارنے کا حکم ضرور دیا ہے، مثلاً: سانپ، بچھو، وغیرہ، لیکن ان کے مارنے میں بھی احسان اور بھلائی کا حکم آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا ہے:

"اللہ نے ہر چیز میں احسان کرنا فرض کیا ہے، اس لیے جب تم لوگ کسی جانور کو مارو تو اچھے طریقے سے مارو اور جب ذبح کرو تو اچھے طریقے

سے ذبح کرو۔" (مسلم، باب الأمر باحسان الذبح، حدیث:۱۹۵۵)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ یہ کس نے جلایا؟ ہم نے کہا: ہم نے جلایا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"کسی کے لیے یہ بات مناسب نہیں کہ وہ آگ سے تکلیف پہنچائے سوائے آگ کے پیدا کرنے والے کے۔"

(ابوداؤد، باب فی کراہیۃ حرق العدو بالنار)

رسول اللہ ﷺ نے چھپکلی کو مارنے کا حکم فرمایا ہے، لیکن اس کے مارنے میں بھی نرمی اور احسان کا حکم کیا ہے، اس کو ایک ہی وار میں مارے، اس کو متعدد مار میں مارنے پر کم اجر حاصل ہونے کی بات ارشاد فرمائی۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جس نے چھپکلی کو پہلی ضرب میں مار ڈالا تو اس کے لیے اتنی اتنی نیکیاں ہیں۔" (مسلم: باب استحباب قتل الوزغ، حدیث:۲۲۳۹۰)

اور جس نے اُسے دوسری ضرب سے مارا، اس کے لیے اتنی اتنی نیکیاں ہیں، مگر پہلی دفعہ مارنے والے سے کم اور اگر اس نے تیسری ضرب سے مارا تو اس کے لیے اتنی اتنی نیکیاں ہیں، لیکن دوسری ضرب سے مارنے والے سے کم۔ مسلم کی روایت میں ہے: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا:

"جو شخص گرگٹ کو ایک ہی وار میں مار ڈالے، اس کے لیے سو نیکیاں لکھی جائیں گی، دوسرے وار میں اس سے کم اور تیسرے وار میں اس سے بھی کم نیکیاں لکھی جائیں گی۔" (مسلم، باب استحباب قتل الوزغ، حدیث:۲۲۴۰)

جانوروں کی سواری کرنے میں بھی حسن سلوک کا خیال رہے جانور سواری کے لیے ضرور ہیں، یہ حمل و نقل کا ذریعہ بھی ہیں، اسی کو اللہ عزوجل نے فرمایا:

''لِتَرْكَبُوْهَا وَزِيْنَةً''

طویل سفر میں اس کے لیے آرام لینے اور چرنے چگنے کا موقع فراہم کرنے کو کہا ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"جب تم سبزہ والی زمین میں سفر کرو تو اونٹوں کو ان کا حصہ دو۔"(مسلم: باب مراعاۃ مصلحۃ الدروس، حدیث:۱۹۲۶)

یعنی اثنائے راہ اگر ہریالی نظر آئے تو ان کو کچھ چرنے اور آرام لینے کا موقع دو، بھوکا، پیاسا مسلسل چلا کر ان کو نہ تھکاؤ۔ ایک جانور پر تین آدمیوں کو سوار ہونے سے آپ ﷺ نے منع فرمایا ہے۔ (مسلم: باب فضائل عبد اللہ بن جعفرؓ، حدیث:۲۴۲۸)

ابنِ ابی شیبہؒ کی روایت میں ہے کہ انہوں نے تین لوگوں کو خچر پر سوار دیکھا تو فرمایا:

"تم میں سے ایک شخص اتر جائے، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے تیسرے شخص پر لعنت فرمائی ہے۔" (مصنف ابن ابی شیبہ، من کرہ رکوب ثلثۃ علی الدابۃ، حدیث:۲۶۳۸۰)

"یہ اُس صورت میں ہے، جب کہ وہ جانور تین آدمیوں کے بوجھ کو اٹھانے کی صلاحیت نہ رکھتا ہو، اگر استطاعت رکھتا ہو تو جائز ہے۔"

(فتح الباری، ج:۱۲، ص:۵۲۰)

رسول اللہ ﷺ نے جانور پر اس طرح کھڑے ہونے سے منع فرمایا ہے کہ جس سے اس کو تکلیف ہو۔ سنن ابی داؤد میں ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ سے نقل کرتے ہیں کہ:

★

"آپ ﷺ نے فرمایا: جانوروں کی پشت کو منبر نہ بناؤ۔" (ابو داؤد، باب فی الوقوف علی الدابۃ، حدیث:۲۵۶۷)

کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جانوروں کو محض اس لیے تمہارے تابع کیا ہے کہ وہ تمہیں ان شہروں اور علاقوں میں پہنچادیں جہاں تم (پیدل چلنے کے ذریعہ) جانی مشقت و محنت کے ساتھ ہی پہنچ سکتے تھے، یعنی جانوروں سے مقصود ان پر سواری کرنا اور ان کے ذریعہ اپنے مقصد کو حاصل کرنا ہے، لہٰذا ان کو ایذا پہنچانا روا نہیں ہے۔ جس جانور کی خلقت سواری کے لیے نہیں ہوئی جیسے گائے وغیرہ تو ان کی سواری کرنا جائز نہیں۔ جانوروں پر طاقت سے زیادہ بوجھ نہ لادیں جانور پر اس کی طاقت اور قوت سے زیادہ بوجھ لادنا جائز نہیں، اس کو نبی کریم ﷺ نے سختی سے منع فرمایا ہے، صحابہ رضی اللہ عنہم کو اس بات کا علم تھا کہ جو شخص جانور پر اس کی طاقت اور قوت سے زیادہ بوجھ لادے گا تو اس کو روزِ قیامت حساب کتاب دینا ہو گا، حضرت ابو درداء رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ:

"انہوں نے اپنے اونٹ سے کہا: اے اونٹ تم اپنے رب کے یہاں میرے سلسلہ میں مخاصمہ نہ کرنا، میں نے تم پر تمہاری طاقت سے زیادہ بوجھ نہیں لادا۔" (احیاء علوم الدین، الباب الثالث فی الآداب، ج:۱، ص:۲۶۴)

ایک دن نبی ﷺ کسی انصاری کے باغ میں داخل ہوئے، اچانک ایک اونٹ آیا اور آپ ﷺ کے قدموں میں لوٹنے لگا، اس وقت اس کی آنکھوں میں آنسو تھے، نبی کریم ﷺ نے اس کی کمر پر اور سر کے پچھلے حصے پر ہاتھ پھیرا جس سے وہ پر سکون ہو گیا، پھر نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ:

"اس اونٹ کا مالک کون ہے؟ تو وہ دوڑتا ہوا آیا، آپ ﷺ نے اس سے فرمایا: "اس کو اللہ تعالیٰ نے تمہاری ملکیت میں کر دیا ہے، اللہ سے ڈرتے نہیں؟ یہ مجھ سے شکایت کر رہا ہے کہ تم اسے بھوکا رکھتے ہو اور اس سے محنت و مشقت کا کام زیادہ لیتے ہو۔"

(ابو داؤد، باب مایؤمر بہ من القیام، حدیث:۲۵۴۹)

حضرت سہل ابن حنظلہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ:

"رسول کریم ﷺ ایک اونٹ کے قریب سے گزرے تو دیکھا کہ بھوک و پیاس کی شدت اور سواری و بار برداری کی زیادتی سے اس کی پیٹھ پیٹ سے لگ گئی تھی، آپ ﷺ نے فرمایا کہ ان بے زبان چوپایوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور ان پر ایسی حالت میں سواری کرو جب کہ وہ قوی اور سواری کے قابل ہوں اور ان کو اس اچھی حالت میں چھوڑ دو کہ وہ تھکے نہ ہوں۔" (ابو داؤد، باب مایؤمر بہ من القیام، حدیث:۲۵۴۸)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"ایک آدمی بیل پر بوجھ ڈالے ہوئے اُسے ہانک رہا تھا کہ اس بیل نے اس آدمی کی طرف دیکھ کر کہا کہ میں اس کام کے لیے پیدا نہیں کیا گیا ہوں، بلکہ مجھے تو کھیتی باڑی کے لیے پیدا کیا گیا ہے۔ لوگوں نے حیرانگی اور گھبراہٹ میں سبحان اللہ کہا اور کہا: کیا بیل

بھی بولتا ہے؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں تو اس بات پر یقین کرتا ہوں اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی یقین کرتے ہیں۔"

(مسلم، باب فضائل أبی بکرؓ، حدیث:۲۳۸۸)

اس حدیث سے بھی پتہ چلا کہ جانور پر اس کی طاقت سے زیادہ اور مقصدِ خلقت کے علاوہ دوسرے کاموں کے لیے اس کا استعمال نہ کیا جائے۔ خلاصہ ٔخلاصہ کلام یہ ہے کہ ان آیات واحادیث کی روشنی میں جانوروں کے اہمیت و خصوصیت اور ان کے منافع کا پتہ چلتا ہے اور جانوروں کے تعلق سے آپ ﷺ کے اسوہ کا بھی پتہ چلتا ہے کہ آپ ﷺ نے قدم بقدم جانوروں کے ساتھ رحم وکرم کا حکم دیا ہے، نہ صرف گھریلو اور پالتو جانوروں، بلکہ غیر پالتو جانوروں کے ساتھ بھی حسن سلوک کی تاکید کی ہے، نقصان دہ اور ضرر رساں جانوروں کو بھی کم مارنے کا حکم دیا ہے اور مذبوحہ جانوروں کے ساتھ بھی بے رحمانہ سلوک سے منع کیا ہے اور جانوروں پر بوجھ کے لادنے اور سواری میں بھی ان کے چارہ پانی کی تاکید کی ہے اور زیادہ بوجھ لادنے اور زیادہ افراد کے سوار ہونے سے منع کیا ہے۔

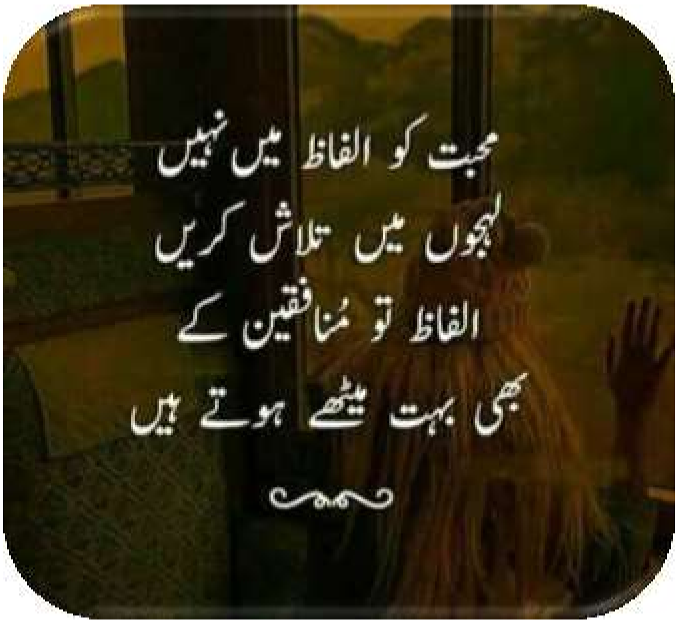

علم دریچے

تحائف

"پاپا تک ہمارے تحائف پہنچ گئے ہوں گے۔ "

"بیٹا! ہم نے اتنے دل سے بھیجے ہیں۔ اللہ نے پہنچا دیے ہوں گے "

والد کے بعد پہلی عید پر ان کے لیے ایصال ثواب کر کے حبا نے معصومیت سے اپنی ماں سے پوچھا جس کا جواب سرخ آنکھوں سے دیا گیا۔

ماں کی محبت

مما آپ مجھے سے زیادہ محبت کرتی ہے یا بھائی سے ؟ ماہم نے معصومیت سے پوچھا۔

بیٹا یہ کیسا سوال ہے ؟

نبیلہ نے حیرت سے اپنی چھ سالہ بیٹی کو دیکھا۔

بتائے نا مما" ماہم نے اصرار کیا "

بیٹا ماں کی محبت کا کوئی پیمانہ نہیں ہوتا۔ جسے ہم محبت ماپ سکے اور ایک ماں تو اپنی ساری اولاد سے ہی بے پناہ محبت کرتی ہے۔ ماں کی محبت کا کوئی نعم البدل نہیں ہوتا۔ کیونکہ ماں ماں ہوتی ہے۔ اور ایک ماں کی محبت لازوال ہوتی ہے۔

نبیلہ نے مسکراتے ہوئے اپنی بات مکمل کی تھی۔

دولت

"دولت کیا ہے؟" ذہن میں کتنی دہائیوں پہلے کا سوال گونجا۔

بچوں کے لیے کھلونے خریدنے تھے لیکن گزر بسر آڑے آ گئی۔

جوانی میں باپ کا پیسہ ہاتھ میں تھا، عیش ہی عیش تھی۔

امارت میں آسائش، غربت میں آزمائش

بات تو ایک تھی مگر اوقات میں سے تھی.

مذاق

یار یہ کپڑے تمہارے اُوپر بالکل نہیں جچ رہے تم اتنی موٹی کیوں ہو تمہیں بھی میری طرح سمارٹ ہونا چاہئے تھا۔

اُس نے اس کی صحت کا مذاق اڑایا۔

میں بھی تمہاری طرح لوگوں کا مذاق اڑایا کرتی تھی اسی لئے۔

اُس نے اسے دیکھتے ہوئے افسردگی سے کہا۔

مکان و گھر میں فرق

یہ ہے میرا گھر یہی ہے جس نے مجھے سمیٹ کر رکھا" آئزہ نے ابتسام کو اپنا گھر دکھاتے کہا

گھر اور مکان میں فرق ہے گھر تو وہ ہے جہاں بہت لوگ مل کر رہیں" ابتسام نے سمجھایا

ہاں مگر اس میں بسی یادیں میرا گھر ہیں" آئزہ مسکرائی

جہدِ مسلسل

"چھوٹے بچے جب اپنے قدموں پر چلنا سیکھنا شروع کرتے ہیں تو سیکھنے کے عمل کے دوران کتنی ہی بار گرتے ہیں اور چوٹ بھی کھاتے ہیں لیکن مجال ہے جو وہ اپنی کوشش کبھی ترک کر دیں۔ وہ چوٹ کھانے کے

اندیشے کو بھلا کر اُس وقت تک کوشش کرتے رہتے ہیں جب تک کے وہ چلنے کے قابل نہیں ہو جاتے۔ اور پھر ایک دن وہ چلنے کے ساتھ ساتھ دوڑنا بھی شروع کر دیتے ہیں۔ افسوس کہ انسان جیسے جیسے عمر میں بڑا ہوتا جاتا ہے مختلف قسم کے اندیشے اُس کے حوصلوں کو پست کر دیتے ہیں۔ اگر وہ ان اندیشوں کو پس پشت ڈال کر اپنا حوصلہ قائم رکھے تو ہر قسم کی کامیابی اُس کے قدم چوم سکتی ہے۔"

ایکسپائری ڈیٹ

"ممکن ہے آپ کی اولاد بڑی ہو کر وہ کام کرے جس کی آپ نے اُسے بچپن میں کرنے کی تلقین کی ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ وہ بہت سی اچھی باتیں بھول جائے جو آپ نے اسے زبانی بتائی ہوں۔ مگر اس بات کا یقین رکھیے کہ آپ کی اولاد کبھی نہ کبھی وہ کام ضرور کرے گی جو اُس نے خود اپنے بچپن میں آپ کو کرتے ہوئے دیکھا ہو گا۔

ہماری کوشش یہی ہونی چاہیے کہ ہمارے اعمال ہم سے چھوٹوں کے لیے ہمیشہ اچھی مثال ثابت ہوں۔ ہم اپنے اخلاق کو بلند رکھیں۔ اپنے والدین سے احترام و محبت سے پیش آئیں۔ اُن کا خیال رکھیں ورنہ ہمیں اس دُنیا میں ہی اپنے اعمال کی سزا بھگتنے کے لیے تیار رہنا چاہیے۔ دوزخ میں جو ہو گا وہ آپ نے یقیناً پڑھا ہو گا، سنا ہو گا مگر ضعیف والدین کے ساتھ جو کچھ اب ہمارے اپنے وطن میں ہو رہا ہے وہ آپ اپنی آنکھوں سے دیکھ کر عبرت حاصل کر سکتے ہیں۔"

میں نے مجنوں پہ لڑکپن میں اسدؔ
سنگ اُٹھایا تھا کہ سر یاد آیا

ایس ٹی جی۔44

نازی جرمنوں کی بنائی ہوئی ایس ٹی جی-44 (STG-44) کو دنیا کی پہلی کامیاب اسلٹ رائفل ہونے کا اعزاز حاصل ہے۔

یہ ایک ہی وقت میں اسلٹ رائفل، سب مشین گن اور یہاں تک کہ سنائپر کا کردار بھی نبھا سکتی تھی۔

ایس ٹی جی-44 کو دوسری جنگ عظیم شروع ہونے کے بعد بنایا گیا۔ چونکہ کار-98 بیٹل رائفل دور فاصلے تک ہی مؤثر تھی لہٰذا STG-44 کو بنانے کا بنیادی مقصد جرمن فوجیوں کو ایک ایسا ہتھیار مہیا کرنا تھا جو شارٹ اور میڈیم رینج سے دشمن کا سامنا کر سکے۔

یہ اسلٹ رائفل 8 ملی میٹر کا منفرد امونیشن استعمال کرتی ہے، مکمل خودکار موڈ پر 300 میٹر اور نیم خودکار موڈ پر 600 میٹر تک مار کر سکتی ہے۔ دوسری جنگ عظیم کے بعد جرمنوں کے جن ہتھیاروں نے امریکا اور روس کی دفاعی صنعت کو عروج بخشا، ان میں ایک نمایاں حصہ اس رائفل کا بھی ہے۔ یہ وہی رائفل ہے جس کے ڈیزائن کا مطالعہ کر کے سویت یونین نے کلاشنکوف جیسا شاہکار بنایا اور دنیا بھر میں نئی سب مشین گنیں بنائی گئیں۔

ترک کہاوت

یہ کہنا کافی نہیں کہ تم میرے بھائی ہو۔

ذرا بتاؤ تو کون سے بھائی ہو

ہابیل یا قابیل؟

دھاندلی کی آپ بیتی

میں دھاندلی ہوں، میں انتخابات کے ماتھے کا کلنک ہوں، میں زور آوروں اور طاقتوروں کی باندی ہوں اور کمزوروں کے خلاف استعمال ہوتی ہوں۔ میں ہر اس الیکشن میں حملہ آور ہوتی ہوں جس میں انتظامیہ کمزور، حکمران بے حس اور جانبدار ہوں اور جہاں کا ایک فریق طاقت کے نشے میں چُور ہو۔ میرا سہارا لے کر ہی امیدوار کامیابی کے جھوٹے جھنڈے گاڑتے ہیں۔ میری تاریخ بڑی قدیم ہے مگر میں آج کے جدید زمانے میں بھی اسی طرح زندہ وجاوید ہوں۔

قیامِ پاکستان کے بعد جب 1951ء میں پہلے صوبائی انتخابات ہوئے، میں نے اپنا بھرپور کام دکھایا۔ میرے کام پر حکمران جماعت خوش ہوئی اور اپوزیشن کے ہاتھ میں کچھ بھی نہ آیا، اسی لئے اپوزیشن نے میرا نام جھرلو رکھ دیا۔

1977ء کے الیکشن میں کئی حلقوں میں مجھے پھر بروئے کار لایا گیا لیکن یہ معاملہ چل نہ سکا اور حسد کی ماری اپوزیشن نے دھاندلی کے خلاف تحریک چلادی۔

میرا نام بدنام کر کے بالآخر حکومت ہی رخصت کر دی گئی، بعد ازاں میرے نام دھاندلی کو انگریزی کا خوبصورت نام ریفرنڈم دے کر اسے استعمال کیا گیا اور جنرل ضیاء الحق اسلام و اسلامی نظام کا نام لے کر خود منتخب ہو گئے۔ یہ الگ بات ہے کہ لوگ ریفرنڈم، دھاندلی اور جھرلو کو ایک ہی سمجھتے رہے۔

جنرل پرویز مشرف کا ریفرنڈم بھی میرا ہی چمت کار تھا۔ میرا تازہ کارنامہ ڈسکہ کے ضمنی انتخاب میں دیکھنے میں آیا ہے، مجھے اس قدر زیادہ استعمال کیا گیا کہ بالآخر الیکشن کمیشن آف پاکستان بھی بول پڑا اور نتائج روک لئے۔ مجھ دھاندلی کا زور و شور، اندھیرے اور دھند میں زیادہ ہوتا ہے۔ ڈسکہ میں یہی ہوا جبکہ اس سے پہلے بھی ایسا ہی ہوا اور آئندہ بھی جہاں میں نے کام دکھانا ہو گا اندھیرا اور دھند میرے بہترین ہتھیار ہوں گے لیکن جب میری بدمعاشی انتہا کو پہنچے، جب مجھے اپنی طاقت پر زیادہ ہی گھمنڈ ہو، جب مجھے ہر صورت جیتنا ہو تو پھر میں دن کی روشنی میں بھی فائرنگ کروا کے پولنگ بند کروا دیتی ہوں، نہ ہو گا بانس نہ بجے گی بانسری۔

ڈسکہ شہر میں ن کے ووٹ زیادہ تھے، پولنگ بند کروانے کے لئے یہی کروانا پڑا اور یہ حربہ بڑا کامیاب رہا۔ بس 5 موٹر سائیکل سوار، اسلحہ لے کر شہر میں نکلے، جگہ جگہ فائرنگ کی، خوف و ہراس پھیلایا، یوں میرا کام بخوبی کر دیا۔ میرا دیسی نام دھاندلی ہے لیکن میں بین الاقوامی مخلوق ہوں۔ میں دنیا میں ہر جگہ پائی جاتی ہوں جہاں زور زبردستی ہو گی، آمرانہ اور بدمعاشی والا ذہن ہو گا، میں وہاں موجود ہوتی ہوں۔

مشہور انگریزی ناول نگار چارلس ڈکنز نے اپنے زمانے کے انگلستان کے انتخابات کی جو کہانی لکھی ہے وہ میری کارروائیوں کی انتہا کی داستان ہے۔ چارلس ڈکنز کے بقول ووٹروں کو لاریوں پر بھر کر پولنگ اسٹیشنوں پر لایا جاتا تھا،

ووٹوں کی خرید و فروخت کی جاتی تھی، جعلی ووٹ ڈالے جاتے تھے، بیلٹ باکس اٹھائے جاتے تھے، غرضیکہ وہی سب کچھ جو آج کل تضادستان میں ہوتا ہے وہی سب کچھ اس زمانے کے انگلینڈ میں ہوتا تھا۔

وہاں حالات بدل گئے، شعور اور آگہی کی آندھیاں چلیں اور میں دھاندلی وہاں سے اڑ کر یہاں آگئی۔ ڈسکہ میں جو کچھ ہوا یہ چھوٹا سا ٹریلر تھا۔ اگر اس رجحان کے راستے میں کوئی مزاحمت نہ ہوئی تو بلدیاتی انتخابات میں مَیں کھل کر کھیلوں گی اور پوری فلم چلاؤں گی اور اگر موقع ملا تو اگلے عام انتخابات میں بھی ہر طرف دھاندلی ہی دھاندلی ہو گی۔

میں راز کی بات بتا دوں، دھاندلی کے لئے ساز گار فضا وہ معاشرہ خود بناتا ہے جہاں جانب داری اور تعصب کا راج ہو، جہاں سے سچ اور انصاف کا جنازہ اٹھ گیا ہو، ایک دوسرے کے خلاف نفرت اور سیاسی مخالفت زوروں پر ہو۔ ڈسکہ ہی کی مثال لے لیں اور دونوں اطراف کے ترجمانوں کے بیان سنیے جانبداری تعصب اور نفرت سے بھرے ہوئے، ایسے میں ہی دھاندلی کو فروغ ملتا ہے۔

کاش ان میں کوئی انصاف پسند یا سچا ہو، کوئی اپنی غلطی تسلیم کرے، یہ مان لے کہ ہم سے غلطی ہوئی تو میں دھاندلی کہیں غائب ہی ہو جاؤں لیکن جب تک دونوں طرف کے ترجمان اسی طرح جھوٹ اور جانبداری سے کام لیتے رہیں گے میرے لئے ستے خیراں ہیں۔ دھاندلی ہر دور میں ہوئی ہے اور ہر دور میں اس وقت تک ہوتی رہے گی جب تک دھاندلی کرنے والوں کے اندر احساس جرم نہیں پیدا ہوتا۔ تضادستان میں انتظامیہ، عدلیہ اور فوج تینوں ادارے مختلف ادوار میں الیکشن کرواتے رہے ہیں۔ انتظامیہ نے 1970 سے پہلے کے تمام الیکشن کروائے جن پر انگلیاں اٹھتی رہیں۔ 1970 کے انتخابات فوج نے کروائے اور ان کو غیر جانبدارانہ اور منصفانہ انتخابات سمجھا جاتا ہے۔

بعد ازاں کئی انتخابات عدلیہ کی نگرانی میں بھی ہوئے، اب عدلیہ اور فوج دونوں ہی انتخابی نگرانی کرنے سے معذوری اختیار کر چکے ہیں۔ ڈسکہ کے انتخابات انتظامیہ نے کروائے اور آئندہ بلدیاتی انتخابات بھی اسی انتظامیہ نے کروانے ہیں، اسلئے اگر مجھ دھاندلی کے سائے اور اثرات سے بچنا ہے تو ابھی سے انتظامیہ کی ایسی جانچ پڑتال کی جائے اور ایسی سزا دی جائے کہ وہ آئندہ میری آئو بھگت نہ کریں۔

اخباری نمائندے اکثر مجھ "دھاندلی" سے سوال کرتے ہیں کہ آپ کب تضادستان کی جان چھوڑو گی؟ تو میں ہنس کر جواب دیتی ہوں کہ میں اس دن تمہاری جان ہمیشہ کے لئے چھوڑ دوں گی جس دن تم میں ایک بھی سچا انسان پیدا ہو گیا اور اس نے مان لیا کہ میں دھاندلی کا ساتھ نہیں دے سکتا، اس لئے کہ میں دھاندلی کے خلاف ہوں، جس دن ایسا ہو گیا اس دن سے میرا زوال شروع ہو جائے گا، جس دن دھاندلی کرنے والوں میں احساس جرم اور شرم پیدا ہو گئی اس دن دھاندلی کرنا ممکن نہیں رہے گا۔

★

میں دھاندلی تو اپنوں ہی کی مدد سے زندہ ہوں، اگر یہ مدد ختم ہو جائے تو میں مر جاؤں گی۔ انگلستان اور مغربی دنیا میں اب کوئی میری مدد نہیں کرتا اسی لئے میں وہاں کہیں پائی بھی نہیں جاتی۔ افسوس یہ ہے کہ جب اصول کی بات ہوتی ہے تو ہر کوئی میری یعنی دھاندلی کی مذمت کرتا ہے مگر کیا کوئی ایک بھی ایسا ہے جو اپنی پارٹی کے موقف سے ہٹ کر سچ بول دے؟ کیا کوئی ایک بھی ایسا ہے جو کہے کہ 23 پریذائڈنگ آفیسرز کو غائب کرنا یا غائب ہونا غلط ہے؟ کوئی ایک بھی ایسا انصاف پسند جمہوری ہے جو ببانگ دہل کہے کہ میں ڈسکہ کے انتخاب میں اختیار کئے گئے ہتھکنڈوں کی مذمت کرتا ہوں؟ کوئی ایک بھی ایسا بہادر ہے جو اپنی پارٹی میں رہتے ہوئے پارٹی کے غلط موقف کو مسترد کر سکے؟ کیا کوئی ایک ایسا بھی ہے جو سچ کا بول بالا کرے اور صرف اصول کا جھنڈا بلند کرے؟ یاد رکھیں کہ جس دن ایسا ہو گیا میں دھاندلی اس دیس کو ہمیشہ کیلئے چھوڑ کر چلی جاؤں گی اور پھر کبھی واپس نہیں آؤں گی...

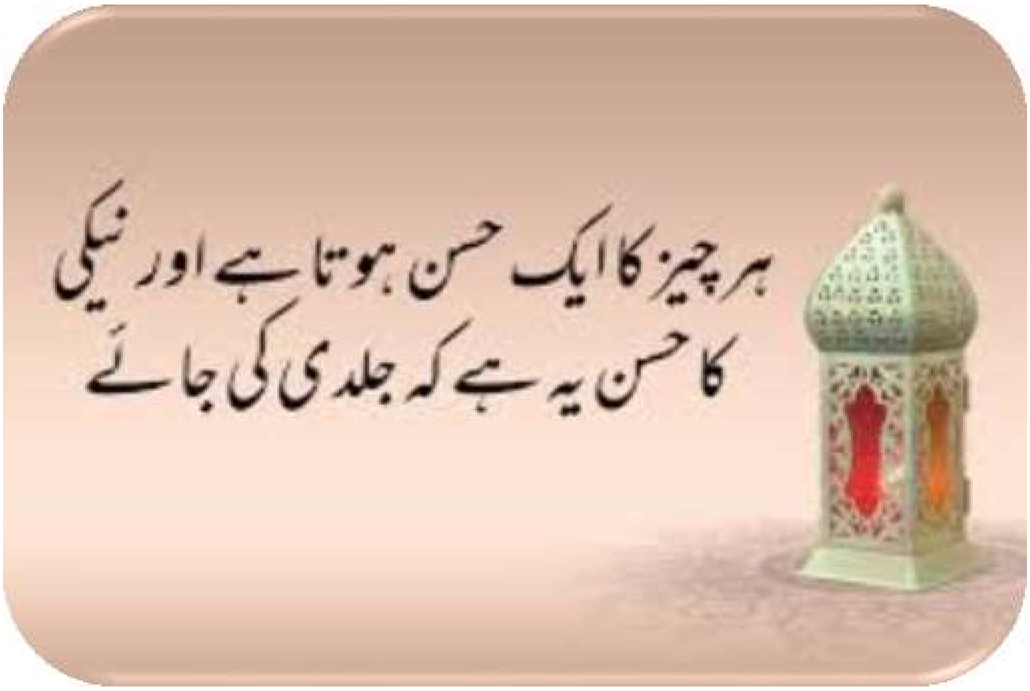

کھوٹہ سکہ

یہ ستمبر 1948 کی بات ہے جب ہندوستان نے ریاست جوناگڑھ پر یہ کہہ کر قبضہ کر لیا کہ ریاست کا حکمران (نواب مہابت خان)لاکھ مسلمان سہی مگر ریاستی عوام کی اکثریت توہندو ہے جب کہ اس استعماری ریاست نے جموں وکشمیر پر قبضہ کرتے ہوئے۔۔۔

خیر قصہ مختصر یہ کہ جوناگڑھ پر بھارتی قبضہ کے بعد نواب مہابت خان بروقت تمام اپنے اور اپنے اہلِ خانہ کی جان بچا کر اور مختصر ضروری سامان لے کر کسی نہ کسی طرح پاکستان پہنچنے میں کامیاب ہو گئے یہاں انہوں نے اُس وقت کے دارالحکومت کراچی کے مشہور علاقے کھارادر میں قیام کیا یہ وہی علاقہ ہے جہاں کی ایک سڑک پر وزیر مینشن نام کی وہ سہ منزلہ عمارت واقع ہے جسے قائد اعظم کی جائے پیدائش ہونے کا اعزاز حاصل ہے نواب صاحب اپنے سرکاری خزانے میں 48 من سونا چھوڑ آئے تھے

اور وہ ایسی جگہ پر محفوظ تھا جس کا علم نواب صاحب کے سوا کسی کو نہیں تھا اگر ہندوستانی افواج پورا محل بھی کھود کر پھینک دیتیں تو انہیں سونا نہ ملتا نواب صاحب کی خواہش یہ تھی کہ وہ سونا کسی طرح پاکستان لایا جاسکے تو وہ اُس کا نصف حصہ سرکار پاکستان کے خزانہ میں جمع کرا دیں گے اِس امر سے تو ہر ذی علم واقف ہے کہ اُن دِنوں پاکستان انتہائی بحران کا شکار تھا اگر چند محب وطن لوگ اِس نوزائیدہ ملک کی مدد نہ کرتے تو خاکم بدہن چندماہ کے اندر ہی اس کا وجود ختم ہو سکتا تھا نواب صاحب خلوص دل کے ساتھ پاکستان کی خدمت کرنا چاہتے تھے اگر وہ 24 من سونا پاکستان کے خزانے میں جمع کرا دیتے تو ملکی معیشت خاصی بہتر ہو سکتی تھی مگر سوال یہ تھا کہ اُسے لایا کس طرح جائے اور کون لے کر آئے؟

ہندوستان جیسا کمینہ ملک شرافت کے ساتھ تو ریاست کیا مانت اُس کے حکمران کے حوالے نہ کرتا اب تو ایک ہی صورت باقی بچی تھی غیر قانونی ذریعہ مگر حقیقتا سونے کو خفیہ طریقے سے پاکستان منتقل کرنا ہندوستان کی نظر میں تو غیر قانونی ہو سکتا تھا مگر پاکستان یا نواب مہابت خان کے لئے نہیں کیونکہ یہ زرکثیر نواب صاحب کی ملکیت تھا اب کردار شروع ہوتا ہے کھوٹے سکے کا

وہ تھے اُس دور کا مشہور سمگلر حاجی عبد اللہ بھٹی جو سمندر پار بستی صالح آباد میں رہائیش پذیر تھے یہ بستی کراچی کی بندر گاہ کیماڑی سے تقریباً دس میل کے فاصلے پر واقع ہے عبد اللہ بھٹیؒ اس وقت اَسی برس کے تھے اور اپنا پیشہ ترک کر کے یاد الٰہی میں مصروف تھے۔ نواب مہابت خان کو جب اِس بارے میں علم ہوا تو انہوں نے پاکستان کی ایک نہایت قابل احترام اور اعلیٰ ترین شخصیت سے درخواست کی کہ وہ اپنے اثر ورسوخ سے عبد اللہؒ بھٹی کو اِس بات پر راضی کر لیں کہ وہ کسی بھی صورت اُن کا سونا جوناگڑھ کے خزانے سے نکال لائے اُس محترم ہستی نے عبد اللہؒ بھٹی کو اپنے روبرو طلب کر کے ملک و قوم کی خاطر یہ کام کرنے پر آمادہ کر لیا جوناگڑھ سمندر کے راستے کراچی سے تین سو میل دور ہے عظیم شخصیت کے حکم پر بوڑھے مگر پر عزم

عبداللہ بھٹی اپنے بیٹوں قاسم بھٹی اور عبدالرحمن بھٹی کو ساتھ لیکر تیز رفتار لانچوں کے ذریعے جونا گڑھ روانہ ہو گئے پاکستانی فوج کے چند کمانڈوز بھی اُن کے ساتھ تھے اِن لوگوں نے ایک بجے دوپہر کو بحری سفر شروع کیا اور خفیہ راستوں سے ہوتے ہوئے جونا گڑھ کے ساحل پر پہنچ گئے اُس وقت شب کے 10 بجے تھے شاہی محل ساحل سمندر سے کچھ زیادہ دور نہ تھا پاکستانی کمانڈوز نے محل پر متعین بھارتی فوج کے افسران اور سپاہیوں کا خاتمہ کیا اب دیکھئے سمگلر کا حسن کردار جب اُنہوں نے انتہائی اعلی شخصیت کی موجودگی میں 48 من سونا نواب مہابت خان کو پیش کیا تو جہاں نواب صاحب نے حسب وعدہ 24 من سونا حکومت پاکستان کی نذر کیا وہیں اپنے حصے میں آنے والے 24 من سونے میں سے 4 من سونا حاجی عبداللہ بھٹی کو بطور اِنعام پیش کیا حاجی عبداللہ بھٹی نے یہ سونا لینے سے انکار کر دیا اور زار و قطار روتے ہوئے بولے

"بابا" میں نے ساری زندگی سمگلنگ کی مگر وہ انگریز کا زمانہ تھا اب میں نے سمگلنگ نہیں کی بلکہ پاکستان کا حق حاصل کیا ہے

میں سمگلر ضرور ہوں مگر مادر وطن کی دولت نہیں لوٹوں گا پھر دوبارہ رونے لگ گئے کچھ دیر بعد خاموش ہوئے اور سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے کہنے لگے میں یہ چار من سونا بھی حکومت پاکستان کے خزانے کے لیے پیش کرتا ہوں اِس کے علاوہ میرے پاس ذاتی 3 من سونا ہے جو اِس مقدس دیس کی نذر ہے پھر اُس عظیم ہستی اور نواب مہابت خان کے آنسو بھی نہ رک سکے لیکن یہ خوشی کے آنسو تھے فخر وانبساط کے آنسو. اور ایک ہمارے اِس دور کے کھوٹے نہیں بلکہ گندے سکے ہیں جو پاکستان کی دولت کو لوٹ کر دوسرے ملکوں میں لے گئے مگر نہ شرم ہیں نہ حیا تو ان اُن کو کیا نام دیا جائے۔

ہنسی گھر

☆ایک لڑکے نے امتحان کے کمرے سے نکلتے ہوئے اپنے ایک ساتھی سے کہا۔"یار!میں توخالی پیپر دے آیا ہوں۔" دوسری ساتھی بولا۔"یار!میں بھی خالی پیپر ہی دے کر آرہا ہوں" اس پر پہلے لڑکے نے کہا۔"اوہ غضب ہو گیا ماسٹر صاحب سمجھیں گے ہم دونوں نے نقل کی ہے۔"

☆جج بڑے شرم کی بات ہے تم نے ایک ہفتے کے دوران سات چوریاں کیں۔ملزم۔جی اس میں شرم کی کون سی بات ہے۔ہفتے میں سات ہی تو دن ہوتے ہیں آٹھ ہوتے تو آٹھ چوریاں کر کے دکھادیتا۔

☆ ایک شکاری کو اپنے نشانے پر بڑا زعم تھا'ایک دن شکار کے موقعے پر اس کے ساتھیوں نے اس کے نشانے کی آزمائش کے لئے ایک اڑتے ہوئے باز کی طرف اشارہ کر کے کہا۔"اگر تم واقعی اتنے بڑے نشانچی ہو تو اس باز کا شکار کر کے دکھاؤ۔""یہ بھی کوئی مشکل ہے۔" یہ کہتے ہوئے شکاری نے باز کا نشانہ لے کر فائر کر دیا'شومئ قسمت نشانہ خطا ہو گیا لیکن شکاری اپنی ڈھٹائی سے باز نہ آیا'کہنے لگا۔"دوستو!یہ پہلا موقعہ ہے کہ مرا ہوا باز بھی اڑ رہا ہے۔"

☆ اپنے شاگردوں کو بجلی کے بارے میں بتاتے ہوئے پرائمری اسکول کے ٹیچر نے مناسب سمجھا کر روزمرہ زندگی میں سے مثالیں دی جائیں چنانچہ انہوں نے ایک شاگرد کو کھڑے ہونے کا اشارہ کرتے ہوئے کہا"فرض کرو میں پنکھے کا بٹن دباتا ہوں لیکن پنکھا نہیں چلتا تو اس کا کیا مطلب ہے"۔شاگرد نے جواب دیا:"یہی کے آپ نے بجلی کا بل ادا نہیں کیا ہے"۔

☆ ایک صاحب کو معلوم ہوا کہ ایک طوطا بازار میں بکنے کے لئے آیا ہے'جو تین زبانیں جانتا ہے۔وہ صاحب آزمانے کے لئے گئے اور جاتے ہی طوطے سے دریافت کیا:"ہاؤ آر یو؟"طوطا بولا:"فائن تھینک یو۔"وہ صاحب دوبارہ بولے:"کیا حال ہے؟" طوطا بولا:"ٹھیک ہے بھئی۔"ان صاحب نے تیسری دفعہ پھر پوچھا:"کی حال اے؟"اس پر طوطا کافی برہم ہو کر بولا:"اوبے وقوفا حال ہی پوچھی جائے گا کہ کوئی ہور وی گل کرے گا۔"

☆ایک آدمی مینڈک پر تجربہ کر رہا تھا۔اس نے مینڈک کو میز پر رکھا اور اس کے قریب جا کر تالی بجائی۔مینڈک زور سے اچھلا۔اس نے مینڈک کی ایک ٹانگ کاٹ دی۔پھر اس کے قریب جا کر تالی بجائی۔مینڈک ذرا سا اچھلا اور گر پڑا۔اب اس نے مینڈک کی دوسری ٹانگ بھی کاٹ دی اور قریب جا کر تالی بجائی۔اس بار مینڈک ذرا سا بھی نہ اچھلا اس آدمی نے یہ تجربہ اپنی نوٹ بک میں یوں لکھا کہ"اگر مینڈک کی دونوں ٹانگیں کاٹ دی جائیں تو وہ بہرہ ہو جاتا ہے۔"

★

بوجھو تو جانیں

☆ منہ میں پڑی رہی اک بوٹی
وہ نہ کھائی، کھالی روٹی

☆ کبھی وہ ایسی چال دکھائے
الٹی ہو کر چلتی جائے

☆ کالے بن کی کالی ماسی
ہے وہ سب کے خون کی پیاسی

☆ دور پہاڑوں پر سے آئے
گھر میں آ کر گھل مل جائے

☆ آندھی ہو یا تیز ہوا
کبھی بجھے نہ ایک دیا

☆ ایک کھیتی کی شان نرالی
فصل ہے سب کی دیکھی بھالی
کاٹو بے شک جتنی بار
آپ سے آپ پھر ہو تیار

☆ پھولوں میں دو پھول نرالے
پاتے ہیں وہ قسمت والے
کوئی تو ایک یا دونوں پائے
خالی ہاتھ کوئی رہ جائے

☆ کھلا پڑا ہے ایک خزانہ
پر مشکل ہے اسے چرانا
کوئی کتنا زور لگائے
ایک بھی موتی ہاتھ نہ آئے

جوابات

ا:زبان ۲:چھپکلی ۳:سر میں جوں

۴:نمک ۵:چاند ۶:بال

۷:بیٹا۔بیٹی ۸:تارے

گھریلو ٹوٹکے

بند گوبھی کے پتے اور اس کا سالن
بواسیر کے مریضوں کیلئے
بہترین غذا بھی اور اور دوا بھی

اروی کھایئے
اروی جسم کو طاقتور بناتی ہے
اروی کھانسی، خشکی کو دور کرتی ہے
اروی سینے کی خرخراہٹ کو صحیح کرتی ہے
اروی کو گوشت کے ساتھ پکائیں
اروی کھانے سے پہلے اس میں ٹیسٹ کیلئے لیموں نچوڑ لیں۔

کینسر اور بلڈ پریشر کیلئے
کریلے میں کینسر کے خلاف مدافعت پیدا کرنے کی صلاحیت موجود ہوتی ہے... یہ جسم میں دوران خون کی گردش کو درست کر کے جسمانی اعضاء کی کارکردگی کو فعال بناتا ہے...جس کے نتیجے میں جسم صحت مند و توانا ہو جاتا ہے...اس کے علاوہ کریلے کے استعمال سے بلڈ پریشر کا خاتمہ بھی ممکن ہوتا ہے۔

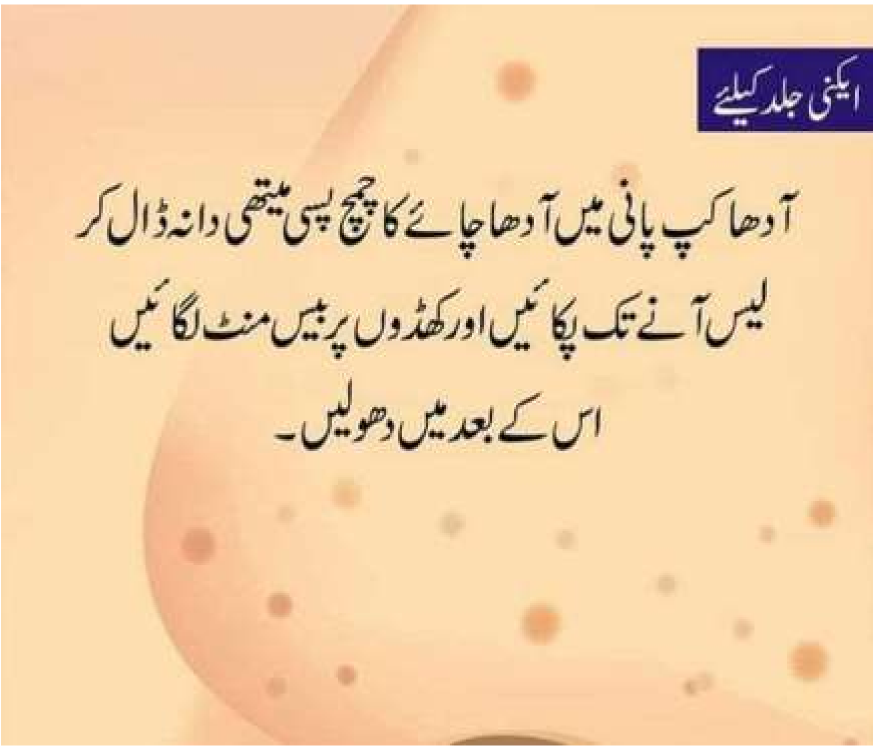
ایکنی جلد کیلئے
آدھا کپ پانی میں آدھا چائے کا چمچ پسی میتھی دانہ ڈال کر لیس آنے تک پکائیں اور کھڈوں پر بیس منٹ لگائیں اس کے بعد میں دھولیں۔

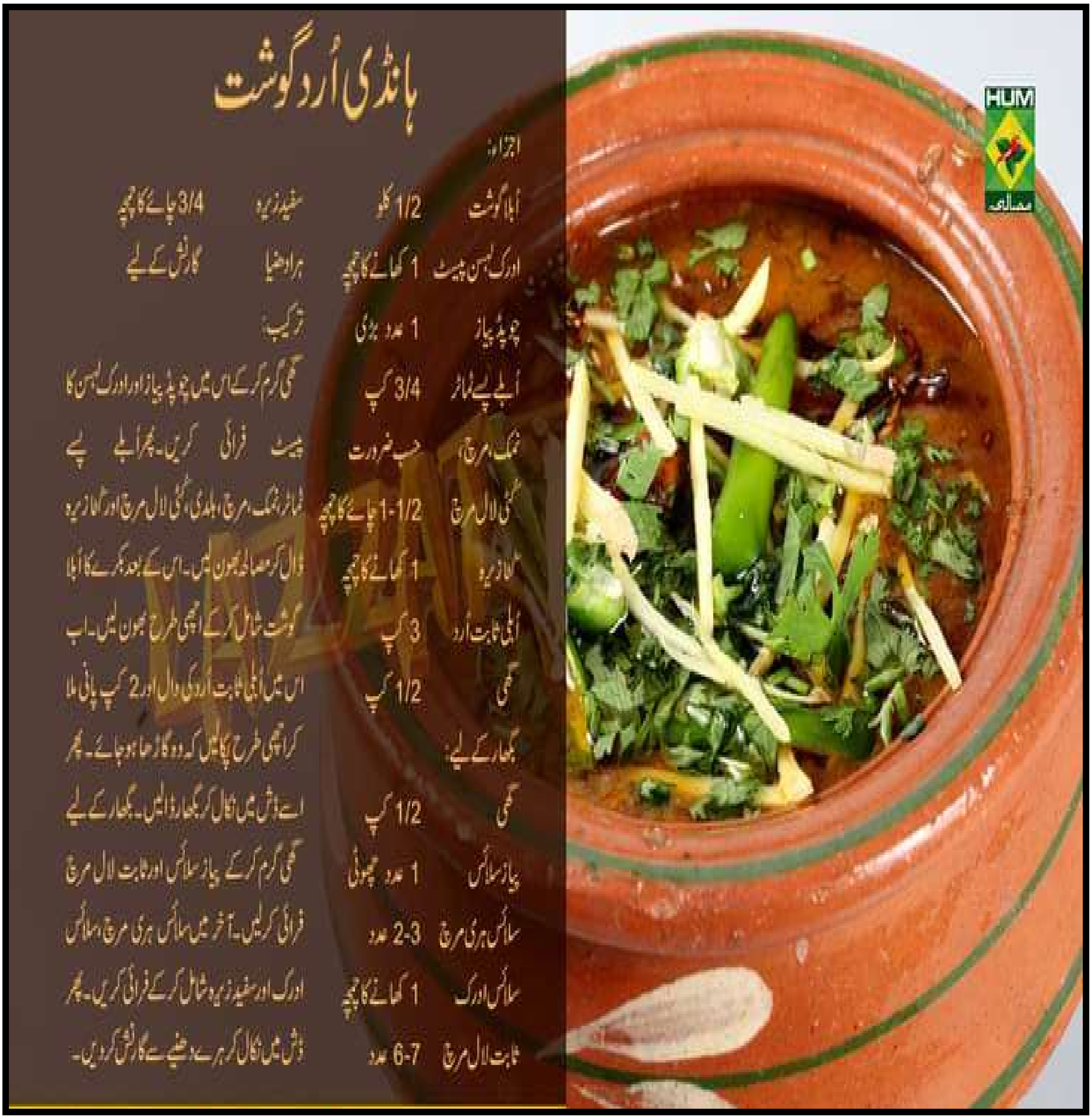
ہانڈی اُرد گوشت
اجزاء:
اُبلا گوشت 1/2 کلو
سفید زیرہ 3/4 چائے کا چمچ
ادرک لہسن پیسٹ 1 کھانے کا چمچ
ہرا دھنیا گارنش کے لیے
چوپڈ پیاز 1 عدد بڑی
ترکیب:
اُبلے پسے ٹماٹر 3/4 کپ
نمک، مرچ حسبِ ضرورت
کُٹی لال مرچ 1-1/2 چائے کا چمچ
کالا زیرہ 1 کھانے کا چمچ
اُبلی ثابت اُرد 3 کپ
گھی 1/2 کپ
بگھار کے لیے:
گھی 1/2 کپ
پیاز سلائس 1 عدد چھوٹی
سلائس ہری مرچ 2-3 عدد
سلائس ادرک 1 کھانے کا چمچ
ثابت لال مرچ 6-7 عدد
گھی گرم کرکے اس میں چوپڈ پیاز اور ادرک لہسن کا پیسٹ فرائی کریں۔ پھر اُبلے پسے ٹماٹر، نمک، مرچ، ہلدی، کُٹی لال مرچ اور کالا زیرہ ڈال کر مصالحہ بھون لیں۔ اس کے بعد بکرے کا اُبلا گوشت شامل کرکے اچھی طرح بھون لیں۔ اب اس میں اُبلی ثابت اُرد کی دال اور 2 کپ پانی ملا کر اچھی طرح پکالیں کہ وہ گاڑھا ہوجائے۔ پھر اسے ڈش میں نکال کر بگھار ڈالیں۔ بگھار کے لیے گھی گرم کرکے پیاز سلائس اور ثابت لال مرچ فرائی کرلیں۔ آخر میں سلائس ہری مرچ، سلائس ادرک اور سفید زیرہ شامل کرکے فرائی کریں۔ پھر ڈش میں نکال کر ہرے دھنیے سے گارنش کردیں۔

دال ڈھوکلی

دال کے لیے اجزاء:

ارہر کی دال	2 کپ
نمک، مرچ،	حسب ضرورت

بگھار کے اجزاء:

تیل	1/2 کپ
رائی	1 چائے کا چمچ
مونگ پھلی	4 کھانے کے چمچے
کڑی پتے	6-8 عدد
چوپڈ ٹماٹر	2 عدد
مرچ، ہلدی	حسب ضرورت
املی کا پلپ	1 کھانے کا چمچ
ثابت لال مرچ	2-3 عدد

ڈھوکلی کے اجزاء:

آٹا	1 کپ
بیسن	1/2 کپ
پسی لال مرچ	1 چائے کا چمچ
ہلدی	1/2 چائے کا چمچ
نمک	حسب ضرورت
تیل	2 کھانے کے چمچے
پسا گرم مصالحہ	1/2 چائے کا چمچ
سفید زیرہ	1 چائے کا چمچ
اجوائن	1/2 چائے کا چمچ

سرونگ کے لیے:

چوپڈ پیاز	1 عدد
چوپڈ ہرا دھنیا	حسب ضرورت
ہری مرچ	1 عدد

ترکیب:

ارہر کی دال میں نمک، مرچ، ہلدی ڈال کر اسے اچھی طرح گلا لیں۔ اب ڈھوکلی کے اجزاء ملا کر گوندھ لیں۔ پھر اسے بیل کر ٹکڑے کر لیں۔ پھر اسے پکی ہوئی دال میں شامل کر کے 10 منٹ پکائیں۔ بگھار کے لیے تیل گرم کر کے رائی اور کڑی پتے کڑکڑا لیں۔ اب چوپڈ ٹماٹر، مونگ پھلی، املی کا پلپ، ثابت لال مرچ اور مرچ، ہلدی ڈال کر مصالحہ بھونیں۔ پھر اسے پکی ہوئی دال میں ڈال کر 5 منٹ پکائیں۔ آخر میں چوپڈ پیاز، چوپڈ ہرا دھنیا اور ہری مرچ کے ساتھ سرو کریں۔

بیت بازی

ع یہ آرزو تھی تجھے گُل کے رُوبرُو کرتے
ہم اور بلبلِ بے تاب گفتگو کرتے

ع شام سے وصل کی شب آنکھ نہ جھپکی تا صبح
شادئی دولتِ دیدار نے سونے نہ دیا

ع شعر میں نظیر ٹھہرے، جوگ میں کبیر ٹھہرے
کبھی تھے فقیر ٹھہرے، اور جی لگاؤنا

ع ہیں لاکھوں روگ زمانے میں، کیوں عشق ہے رسوا بیچارا
ہیں اور بھی وجہیں وحشت کی، انسان کو رکھتیں دکھیارا

ع وہ علم میں افلاطون سنے، وہ شعر میں تلسی داس ہوئے
وہ تیس برس کے ہوتے ہیں، وہ بی-اے، ایم-اے پاس ہوئے

ع غیروں کو بھلا سمجھے اور مجھ کو برا جانا
سمجھے بھی تو کیا سمجھے، جانا بھی تو کیا جانا

ع اک شہر آرزو پہ بھی ہونا پڑا اجل
ھل من مزید کہتی ہے رحمت دعا کے بعد

ع ہزار دوست ہیں، وجہِ ملال پوچھیں گے
سبب تو صرف تم ہی ہو، میں کیا کہوں گا تمھیں

ع روشن جمالِ یار سے ہے انجمن تمام
دہکا ہوا ہے آتشِ گُل سے چمن تمام

ع چوری چوری ہم سے تم آکر ملے تھے جس جگہ
مدتیں گزریں، پر اب تک وہ ٹھکانہ یاد ہے

ع زمانے بھر کے غم یا اِک تیرا غم
یہ غم ہو گا تو کتنے غم نہ ہوں گے

مسنون اذکار

شعور
facebook.com/theshaurmag
اسلام
قربانی کی دعا اور طریقہ
قربانی کے جانور کو قبلہ رخ لٹا کر پہلے یہ دعا پڑھیں
اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّمَا اَنَا
مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ اِنَّ صَلٰوتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ
لَا شَرِیْکَ لَهٗ وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ اَللّٰهُمَّ مِنْكَ وَلَكَ
پھر بسم اللہ، اللہ اکبر کہتے ہوئے تیز چھری جانور کے گلے پر پھیر دیجیے اور ذبح کرنے کے بعد یہ دعا پڑھیے
اَللّٰهُمَّ تَقَبَّلْهُ مِنِّیْ کَمَا تَقَبَّلْتَ مِنْ خَلِیْلِكَ اِبْرَاهِیْمَ
وَ حَبِیْبِكَ مُحَمَّدٍ عَلَیْهِمَا الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ
اگر جانور میں کئی حصہ دار ہوں تو مِنِّیْ کی جگہ مِنْ کہیے اور اس کے بعد حصہ داروں کے نام لیجیے

صلاۃ التسبیح

تعداد	مقام
15مرتبہ	پہلی رکعت میں ثناء کے بعد
10مرتبہ	سورہ فاتحہ اور سورۃ کے بعد
10مرتبہ	رکوع میں سبحان ربی العظیم کے بعد
10مرتبہ	رکوع سے کھڑے ہونے کے بعد
10مرتبہ	سجدے میں سبحان ربی الاعلی کے بعد
10مرتبہ	دوسرے سجدے سے پہلے جلسے میں
10مرتبہ	دوسرے سجدے میں سبحان ربی الاعلی کے بعد
15مرتبہ	دوسری، تیسری، چوتھی رکعت میں سورہ فاتحہ سے پہلے

سُبْحَانَ اللّٰهِ
وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ
وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ
وَاللّٰهُ اَكْبَرُ

ایک رکعات میں کل : 75 مرتبہ

چار رکعات میں : 300مرتبہ

مجلسِ علمی سوسائٹی

Fb.com/MajlisEilmi